R43

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ
بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ
الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ
الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ
شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا
اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا
شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ یہ سب رسول، ہم نے فضیلت دی ہے

(ان میں سے) بعض کو بعض پر ان میں سے کسی سے کلام فرمایا اللہ نے اور بلند کئے ان میں سے
بعض کے درجے اور دیں ہم نے عیسیٰ فرزند مریم کو کھلی نشانیاں اور مدد فرمائی ہم نے ان کی
پاکیزہ روح سے اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو نہ لڑتے (جھگڑتے) وہ لوگ جو ان (رسولوں)
کے پیچھے آئے بعد اس کے کہ آ گئیں ان کے پاس کھلی نشانیاں لیکن انہوں نے اختلاف کیا
ان میں سے کوئی ایمان پر (ثابت) رہا اور ان میں سے کوئی کافر ہو گیا اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ
تو نہ لڑتے (جھگڑتے) لیکن اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے * اے ایمان والو اخرچ کرو اس
(مال) سے جو ہم نے دیا ہے تم کو اس سے پہلے کہ آ جائے وہ دن جس میں نہ تو خرید و فروخت ہوگی ۲۵۴
اور نہ (کفار کے لئے) دوستی ہوگی اور نہ (ان کے لئے) شفاعت ہوگی اور جو کافر ہیں وہی ظالم ہیں (۲/۲۵۳)

۲۵۳ - بیان ہو رہا ہے کہ رسولوں میں بھی مراتب ہیں * ان میں سے بعض کو شرف ہم کلامی بھی نصیب
ہوا * صحیح ابن حبان میں حدیث ہے جس میں معراج کے بیان کے ساتھ یہ بھی ہے کہ کس نبی کو آپ نے کس
آسمان میں پایا جو دلیل ہے ان کے مرتبوں کی) * فضیلت و تکریم کا فیصلہ تمہارے نبی کا اختیار نہیں بلکہ ... اللہ کی طرف سے ہے وہ
جسے جو فضیلت دے تم مان لو، تمہارا کام تسلیم کرنا اور ایمان لانا ہے۔ پھر فرمایا ہم نے (حضرت)
عیسیٰ (علیہ السلام) کو واضح دلیلیں اور ایسی حجتیں عطا فرمائیں جن سے بنی اسرائیل پر صاف واضح ہو گیا کہ
آپ کی رسالت بالکل سچی ہے * روح القدس (یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام) سے ہم نے ان کی تائید کی۔
پھر فرمایا کہ بعد والوں کے اختلاف بھی ہمارے قضاء و قدر کا نمونہ ہیں۔ ہماری یہ شان ہے کہ
جو چاہیں کریں ہمارے کسی ارادے سے مراد جدا نہیں۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

یہ سب پیغمبر، ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر برتری دی کہ بعض میں وہ اوصاف رکھے جو
دوسرے میں نہیں بعض ان میں وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام فرمایا جیسے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام)
کے درجے بلند کئے اور ان پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی رسالت سب پر تمام ہوئی اور نبوت

۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم   رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نبوت پر ختم ہو گئی ۔ آپ کی امت کو سب امتوں پر برتری دی گئی اور بہت سے معجزے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو عطا ہوئے اور طرح طرح کی خصوصیتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص کیا ۔ (بحوالہ تفسیر جلالین)

انبیاء علیہم السلام کے مراتب جدا جدا ہیں بعض حضرات سے بعض افضل ہیں اگرچہ نبوت میں کوئی
تفرقہ نہیں وصف نبوت میں سب شریک ہیں مگر خصائص و کمالات میں درجے متفاوت ہیں
یہی آیت کا مضمون ہے اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہے (خازن و مدارک) ان میں کسی سے اللہ تعالیٰ
نے کلام فرمایا ۔ یعنی بے واسطہ جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر کلام سے مشرف فرمایا اور
سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں (جمل) اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا
یعنی وہ حضور پر نور سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں کہ آپ کو بدرجات کثیرہ
تمام انبیاء علیہم السلام پر افضل کیا اس پر تمام امت کا اجماع ہے اور بکثرت احادیث سے
ثابت ہے آیت میں حضور کی اس رفعت و مرتبت کا بیان فرمایا گیا ۔ (بحوالہ حاشیہ کنز الایمان)

بعض نبیوں کی بعض پر فضیلت اور تمام نبیوں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و اشرفیت
مسلمہ اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے جو نصوص کتاب و سنت سے ثابت ہے (فتح القدیر)

۲۵۴ ۔ جان و مال کا خرچ کرنا نفس پر گراں گزرتا ہے اور یہ بات مشکل ہے کہ آج جو کچھ نیکی کرنی ہو سو کر لو
کل یعنی روز حشر نہ کوئی عمل قبول ہو سکتا ہے نہ وہاں کسی کی دوستی کام آ سکتی ہے نہ سفارش ۔ پھر
جو کچھ کافروں پر عذاب اور سختی ہوگی وہ انہیں کے ہاتھوں سے ہوگی کہ انہوں نے دنیا میں سعادت حاصل کی
سو یہ ظلم ان کے نفسوں پر انہیں کی طرف سے ہے ۔ (فتح المنان)

مال و دولت جو کچھ بھی بندوں کے پاس ہے خود سے نہیں ، اللہ ہی کا بخشا ہوا عطیہ ہے ، اسی کی دین ہے
اور اسی کو حق حاصل ہے کہ جن کاموں میں چاہے ان کو صرف کرنے کا حکم دے دے ✻ انفاق و ادب
کے ترغیب و حکم پر کھلتا ہے ✻ مصارف خیر میں صرف کرنے اور نیکیاں جمع کرنے کا موقع جو کچھ ہے اسی
دنیا میں ہے وقت کی قدر کرو فرصت عمر کو نعمت سمجھو ✻ اللہ یا اس کے قانون کو نہ ماننے سے بڑھ کر

خلاصہ : نفس رسالت میں سارے رسول اور نفس نبوت میں تمام انبیاء برابر ہیں لیکن فضائل و کمالات و مراتب
میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں ۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر تمام کمالات جمالیہ و جلالیہ
کی مظہر اتم ہے ۔ جو مراتب و کمالات سب کو ملے وہ سب اپنی اعلیٰ ترین اور اکمل ترین صورت میں حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے ✻ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کی تصریح اور ان کے معجزات کا ذکر
و نیز روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ان کی تائید کی صراحت ✻ اس سے پہلے کہ قیامت قائم ہو
اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرنے کا حکم کہ روز حشر نہ خرید و فروخت ہے نہ کافروں کو دوستی اور نہ شفاعت کافر
خود اپنے نفسوں پر آپ ظلم کرتے ہیں ۔

[illegible]

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ط یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ ج وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ج وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا ج وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اوروں کا تھام رکھنے والا اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں آسمان اور زمین اور اسے بھاری نہیں ان کی نگہبانی اور وہی ہے بلند بڑائی والا (۲/۲۵۵)

یہ آیت آیۃ الکرسی ہے جو بڑی عظمت والی آیت ہے ★ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سب سے عظمت والی آیت، آیۃ الکرسی ہے ★ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی کونسی آیت سب سے عظمت والی ہے؟ آپ نے آیۃ الکرسی تلاوت فرمائی (طبرانی)
حضرت ابو ذرؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ آپ پر سب سے عظمت والی آیت کونسی اتری ہے؟ فرمایا: آیۃ الکرسی (مسند احمد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سورہ بقرہ میں ایک آیت ہے جو قرآن کریم کی تمام آیتوں کی سردار ہے جس گھر میں وہ پڑھی جائے وہاں سے شیطان نکل جاتا ہے وہ آیت، آیۃ الکرسی ہے۔ (مستدرک حاکم) ترمذی میں ہے ہر چیز کی کوہان اور بلندی ہے اور قرآن کی بلندی سورہ بقرہ ہے اور اس میں بھی آیت الکرسی تمام آیتوں کی سردار ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس سوال پر کہ قرآن میں سب سے عظمت والی آیت کونسی ہے؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے خوب معلوم ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ آیت، آیۃ الکرسی ہے (تفسیر ابن کثیر)

اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ ہمیشہ باقی رہنے والا مخلوقات کے کاموں کی تدبیر کرنے والا اس کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اسی کی ملک اس کی مخلوق اسی کے بندے ہیں کوئی نہیں کہ اس کے سامنے بدون اجازت کے کسی کی سفارش کر سکے جو کچھ مخلوق کے سامنے اور پیچھے ہے وہ سب جانتا ہے یعنی کہ دنیا اور آخرت کے کاموں سے واقف ہے اور مخلوق اس کی معلومات میں سے کسی چیز کو نہیں جانتی مگر جو کچھ اس میں سے اللہ نے پیغمبروں کے ذریعے سے بتلانا چاہا ★ اس کے علم اور اس کی حکومت سے کوئی شے خارج نہیں۔ (بحوالہ جلالین)

واجب الوجود اور عالم کا ایجاد کرنے والا اور تدبیر فرمانے والا * وہ عیب و نقص سے پاک (ہے) * آسمان
و زمین کی ہر چیز اللہ کی ملک ہے * کفار کہتے تھے شفاعت نہیں اللہ کے حضور ماذونین (یعنی اذن والے)
کے سوا کوئی شفاعت نہیں کر سکتا اور اذن والے انبیاء و ملائکہ و مومنین ہیں * کرسی سے یا علم و
قدرت مراد ہے یا عرش یا وہ جو عرش کے نیچے اور ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے اور ممکن ہے کہ یہ وہی ہو
جو فلک البروج سے مشہور ہے * اس آیت میں الٰہیات کے اعلیٰ مسائل کا بیان ہے اور اس سے
ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے الٰہیت میں واحد ہے حیات کے ساتھ متصف ہے واجب الوجود ہے ماسوا
کا موجد ہے تحیز و حلول سے منزہ اور تغیر و فتور سے مبرا ہے نہ کسی کو اس سے مناسبت نہ عوارض مخلوق
کو اس تک رسائی ملک و ملکوت کا مالک اصول و فروع کا مبدع قوی گرفت والا جس کے حضور
سوائے ماذون کے کوئی شفاعت کے لئے لب نہ ہلا سکے تمام اشیاء کا جاننے والا جلی کا بھی اور خفی کا بھی
کلی کا بھی اور جزئی کا بھی واسع الملک و القدرۃ ادراک و وہم و فہم سے برتر و بالا (بحوالہ حاشیہ کنز الایمان)

توحید کامل کا اثبات اور ہر غیر اللہ کی الوہیت کی نفی * الحی - وہ مستقلاً زندہ ہے وہ ازلی و ابدی ہے
صفت حیات اس کی خود ذات سے ہے موت یا عدم حیات اس پر نہ پہلے کبھی طاری ہوئی اور نہ آئندہ کبھی طاری ہو سکتی ہے
قیوم - وہ ہے جو نہ صرف اپنی ذات سے قائم ہے بلکہ دوسروں کے بھی قیام کا سبب وہی ذات ہے اور سب کو
تھامے ہوئے ہے * بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جسے اسم اعظم کہا جاتا ہے وہ یہی الحی القیوم ہے (قرطبی) (بحوالہ ماجدی)
فائدہ : بندوں کے برے بھلے اعمال رب کی مخلوق ہیں * کفار کے لئے شفاعت نہیں * رب تعالیٰ کے لئے
غفلت بے توجہی بے علمی محال ہے * سارا قرآن رب کا کلام ہے مگر اس آیۃ الکرسی کی تاثیریں جداگانہ *
اصول اسماء و صفات یہ ہیں وحدانیت، حیات، علم، قیومیت، ملکیت، قدرت، ارادہ، چونکہ
آیت الکرسی میں ان سب کا ذکر ہے لہٰذا یہ آیت اعظم الآیات کہلاتی ہے (بحوالہ تفسیر نعیمی) ان کا مجموعہ
خلاصہ : اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے وہ
حی و قیوم ہے اس کے علم سے کوئی شے مخفی نہیں وہ غفلت سے منزہ اور نسیان سے پاک ہے .
آیت الکرسی اللہ تعالیٰ کی صفات جلالیہ کی کبریائی و برتری، قدرت کاملہ، اختیارات کلی
شان جاودانہ اور عظمت پر مبنی آیت شریفہ ہے * ایک قاعدہ کا اعلان کہ ہر شخص کو بارگاہ
بارگاہ خداوندی میں لب کشائی اور شفاعت کی طاقت نہ ہوگی صرف وہی شفاعت کر سکے گا جس کو
رب دو عالم نے اذن فرمایا الا باذنہ سے یہ واضح فرمایا کہ وہ محبوب و مقبول بندگان الٰہی
ضرور شفاعت کریں گے جن کو رب تعالیٰ نے اجازت مرحمت فرمائی ہوگی سب سے پہلے شفاعت کرنے والے
اللہ کے محبوب و حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے جو اس روز مقام محمود کے منصب رفیع پر متمکن ہوں گے .

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ ۖ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ
وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۖ
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۗ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ کوئی زبردستی نہیں ہے دین میں بے شک

خوب واضح ہو گئی ہے ہدایت گمراہی سے تو جو انکار کرے شیطان کا اور ایمان لائے اللہ کے ساتھ تو اس نے پکڑ لیا مضبوط حلقہ جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا نکال لے جاتا ہے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف اور جنہوں نے کفر کیا ان کے ساتھی شیطان ہیں نکال لے جاتے ہیں انہیں نور سے اندھیروں کی طرف یہی لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (۲/ ۲۵۶، ۲۵۷)

۲۵۶۔ دین کے بارے میں جبر زیادتی زور زبردستی نہیں ✱ اسلام کی حقانیت واضح اور روشن ہو چکی اس کے دلائل اور براہین بیان ہو چکے پھر کسی پر جبر اور زبردستی کرنے کی کیا ضرورت ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے گا جس کا سینہ کھلا ہوا ہو دل روشن آنکھیں بینا ہوں گی وہ تو خود بخود اس کا والہ و شیدا ہو جائے گا ہاں اندھے دل والے، بہرے کانوں والے، پھوٹی آنکھوں والے اس سے دور رہیں گے پھر انہیں اگر جبراً اسلام میں داخل بھی کیا تو کیا فائدہ؟ کسی پر اسلام کے قبول کرانے کے لئے جبر اور زبردستی نہ کرو (ابن کثیر)

یہ امر معلوم ہو چکا کہ ایمان راہ حق ہے اور کفر گمراہی ہے۔ یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی کہ انصار میں جس کی اولاد کافر تھی اس نے ارادہ کیا کہ زبردستی ان کو مسلمان کرے۔ سو جو شخص شیطان اور بتوں سے پھرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط گرہ کو پکڑ لیا جو نہ ٹوٹے گی اور جو کچھ کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے اور جو کچھ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے (جلالین)

دین کا تعلق اصلاً عقیدہ قلب سے ہے اور قلب پر جبر و اکراہ کی گنجائش ہی نہیں اسی لئے گویا یہاں اس حقیقت کا اعلان ہو رہا ہے کہ ایمان کا تعلق اپنے ارادہ و اختیار سے ہے جبر و اضطرار سے نہیں (کشاف، روح المعانی، البحر المحیط) یہاں دین سے مراد دین اسلام ہے الرشد راہ اسلام الغیّ طریق کفر۔ حق یہ کفر و اسلام کے مابین فرق و امتیاز واضح ہو گیا اب کسی پر خفا و التباس کی کوئی وجہ نہیں ✱ طاغوت وسیع اور عام معنی میں عربی میں اس کا اطلاق ہر معبود باطل اور ہر سرکش پر ہوتا ہے (لسان، راغب، روح المعانی، کبیر اور المنار) البتہ اردو میں اس کے لئے قریب تر لفظ شیطان ہے۔ یہاں اسی حقیقت کو ظاہر فرمایا جا رہا ہے کہ جو طاغوت سے منہ پھیر لے اسے چھوڑ دے اور اللہ پر ایمان لائے تو

اس نے ایک بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کے لئے کوئی (دنیا و آخرت میں) کوئی شکستگی نہیں۔ بعض
محققین صوفیہ سے منقول ہے کہ عروۃ الوثقیٰ نسبت مع اللہ ہے۔ جو حاصل ہو جانے کے
بعد منقطع نہیں ہوتی۔ (بحوالہ تفسیر ماجدی)

۲۵۷۔ ولی یعنی رفیق، دوست، پشت پناہ، مددگار، سرپرست وغیرہ سب کے مفہوم اس میں
شامل ہیں۔ اہل تفسیر سے یہ جملہ مفاہیم و مطالب "منقول ہیں"۔ (بیضاوی، ابن جریر، تفسیر کبیر،
روح المعانی) الظلمات سے کفر اور النّور سے ایمان مراد ہے (بحوالہ ایضاً)

۲۵۷ مسلمانوں کی ایک پختگی تو یہ تھی کہ ان کا دین نہایت مضبوط جو نہ زندگی میں چھوٹے نہ موت کے
وقت نہ قبر میں نہ حشر میں۔ کفر اتنا کمزور دھاگہ ہے کہ دنیوی بلاؤں میں بھی ٹوٹ جاتا ہے (تو پھر)
نزع اور قبر اور حشر میں کیا کام آئے۔ مسلمانوں کی دوسری پختگی یہ ہے کہ مسلمانوں کا ناصر اور والی
ایک اللہ ہے جو ان کے سارے کام بنا دیتا ہے انہیں کفر و شرک و بے دینی و شبہات کی ظلمات
سے بچا کر ایمان و ایقان کے نور میں رکھتا ہے اور کفار کے حامی صد ہا شیاطین بت اور سردار
ہیں جو انہیں ایمان، ایقان و دلائل و اطاعت کی روشنی سے ہٹا کر کفر و طغیان کی ظلمات میں
لے جاتے ہیں اس کا انجام یہ ہے کہ یہ کفار اور ان کے سردار و شیاطین سارے جہنمی ہیں کہ
ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ مومن "رب" کا ہے اور کفار "سب" کے لہذا مومن ہی
نفع میں ہے اللہ کے فضل سے ہر مومن آخر کار برے عقیدہ گندے رسم و رواج فاسد خیالات
سے نکل جاتا ہے۔ اس کا ایمان ہر قسم کی تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔ کافر
کا ہر قدم برائی کی طرف بڑھتا ہے اور روز بروز اس کا تعلق ظلمت سے بڑھتا جاتا ہے
کہ ہمیشہ وہ ایک بدی سے دوسری بدی کی طرف قدم اٹھاتا ہے (تفسیر نعیمی)

خلاصہ: دین و اعتقاد میں جبر و اکراہ نہیں۔ دین راہ دل کے اعتقاد و یقین
کی راہ ہے اور اعتقاد دعوت و موعظت سے پیدا ہو سکتا ہے نہ کہ جبر و زیادتی و زبردستی سے ٭
انصار کے کچھ نوجوان یہودی و نصرانی ہو گئے تھے جب انصار مدینہ دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے تو چاہا کہ وہ
اپنی اولاد کو بھی زور زبردستی مسلمان بنا لیں جس پر آیت نازل ہوئی۔ بعض اسے اہل کتاب سے خاص
مانتے ہیں کہ وہ مملکت اسلامیہ میں رہنے والے اہل کتاب جو جزیہ ادا کرتے تھے انہیں قبول دین
کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا اس آیت کے بارے میں مفسرین کا کہنا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ
"یعنی کسی پر بھی قبول جبر نہیں کیا جائے گا" ٭ جہاد، جبر و اکراہ سے مختلف چیز ہے جو قیامت
تک ہر اس فرد اور گروہ کو جو راہ حق پر گامزن ہے ہٹانے والی (جابر و ظالم) طاقتوں کے خلاف جاری رہے گا ٭

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے وہ انہیں اپنی توفیق اور امداد سے ہر قسم کی گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں پہنچاتا ہے کیوں کہ گمراہیاں طرح طرح کی ہیں اس لئے لفظ جمع ظلمات سے تعبیر کیا اور ہدایت کیوں کہ ایک ہی ہے اس لئے وہاں واحد کا لفظ استعمال فرمایا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرٰهِمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ إِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۙ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرٰهِمُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ۝

کیا نہ دیکھا آپ نے (اسے) جس نے ابراہیم (علیہ السلام) سے ان کے رب کے بارے میں مباحثہ کیا تھا اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بادشاہت دے رکھی تھی جب کہ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے اس سے فرمایا میرا رب تو وہی ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے، وہ بولا کہ زندگی اور موت تو میں (بھی) دیتا ہوں (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اچھا اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال دکھا، اب تو وہ کافر ششدر رہ گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا (۲۵۸/۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وجود باری تعالیٰ (کے بارے) میں مباحثہ کرنے (والے) اس بادشاہ کا نام نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح (علیہ السلام) تھا اس کا پایہ تخت بابل تھا اس کے نسب میں کچھ اختلاف بھی ہے ✱ یہ شخص خود خدا ہونے کا مدعی تھا جیسے اس کے بعد فرعون نے بھی اپنی رعیت والوں میں دعویٰ کیا تھا کہ میں اپنے سوا کسی کو تمہارا خدا نہیں جانتا یوں کہ ایک مدت مدید اور عرصہ بعید سے یہ بادشاہ چلا آتا تھا اس لئے دماغ میں رعونت اور انانیت پیدا ہو گئی تھی۔ سرکشی اور تکبر نخوت اور غرور طبیعت میں سما گیا تھا بعض لوگ کہتے ہیں چار سو سال تک حکومت کرتا رہا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جب اس نے وجود باری تعالیٰ پر دلیل مانگی تو آپ نے نیست سے ہست اور ہست سے نیست کرنے کی دلیل دی جو ایک بدیہی اور روشن آفتاب روشن دلیل تھی اور موجودات کا پہلے کچھ نہ ہونا، پھر ہونا، پھر مٹ جانا کھلی دلیل ہے موجد اور پیدا کرنے والے کے موجود ہونے کی اور وہی اللہ ہے۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

(نمرود نے ازراہ تکبر اترا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا کیا تھا اس وجہ سے جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو اس کے اس سوال کا کہ تمہارا رب کون ہے؟ جس کی طرف ہم کو بلاتے ہو) یہ جواب دیا کہ میرا رب وہ ہے کہ زندگی اور مرنا جسموں میں اسی کا بنایا ہوا ہے وہ جس کو چاہتا ہے زندہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے مارتا ہے نمرود نے کہا میں وہ ہوں کہ جس کو چاہوں قتل کر کے مار ڈالتا ہوں اور جس کو چاہوں معاف کر کے زندہ کرتا ہوں اور یہ کہہ کر دو آدمیوں کو بلوایا ایک کو مار ڈالا اور دوسرے کو چھوڑ دیا سو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اس کو بد فہم اور بے وقوف دیکھا تو دوسری دلیل پیش کی (بحوالہ تفسیر جلالین)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تو دنیا میں اس کے کاروبار عادتاً اسباب پر مبنی ہیں مگر وہ اسباب کس کے قبضے میں ہیں منجملہ اسباب عالم کے گردش افلاک اور آفتاب کا وتیرہ خاص طور

ہر طلوع و غروب کرتا ہے۔ اچھا اب تم اس میں تو کوئی تصرف کر دو۔ آفتاب کو مغرب کی طرف سے نکال کر دکھا دو۔ یہ سن کر وہ (نمرود) حیران اور بھونچکا ہو گیا مگر ایسے بے انصاف راہ پر نہیں آتے۔ (حوالہ تفسیر حقانی)

ایک بادشاہ تھا وہ اپنے تئیں سجدہ کرواتا تھا سلطنت کے غرور سے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو سجدہ نہ کیا اس نے پوچھا۔ انہوں (حضرت ابراہیمؑ) نے کہا میں اپنے رب ہی کو سجدہ کرتا ہوں۔ اس نے کہا "رب تو میں ہوں"۔ انہوں نے کہا "رب میں حاکم کو نہیں کہتا۔ رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ اس نے دو قیدی منگوائے جس کو جلانا تھا مار ڈالا جس کو مارنا پہنچتا تھا چھوڑ دیا۔ تب انہوں نے آفتاب کی دلیل سے اسے لاجواب کیا۔ (تفسیر حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ)

نمرود نے دو شخصوں کو بلوایا ان میں سے ایک کو قتل کیا ایک کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا میں بھی جلاتا مارتا ہوں یعنی کسی کو گرفتار کر کے چھوڑ دینا اس کو جلانا ہے۔ یہ اس کی نہایت احمقانہ بات تھی کہاں قتل کرنا اور چھوڑنا اور کہاں موت و حیات پیدا کرنا۔ قتل کئے ہوئے شخص کو زندہ کرنے سے عاجز رہنا اور بجائے اس کے زندہ کو چھوڑ دینے کو جلانا کہنا ہی اس کی ذلت کے لئے کافی تھا۔ عقلاء پر اسی سے ظاہر ہو گیا کہ جو حجت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قائم فرمائی وہ قاطع ہے اور اس کا جواب ممکن نہیں لیکن چونکہ نمرود کے جواب میں شانِ دعویٰ پیدا ہو گئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر مناظرانہ گرفت فرمائی کہ موت و حیات کا پیدا کرنا تیرے مقدور میں نہیں اے ربوبیت کے جھوٹے مدعی تو اس سے سہل کام ہی کر دکھا جو ایک متحرک جسم کی حرکت کا بدلنا ہے۔ یہ بھی نہ کر سکے تو ربوبیت کا دعویٰ کس منہ سے کرتا ہے۔ (حاشیہ کنز الایمان)

محققین نے مباحثہ ابراہیمی سے یہ استنباط کیا ہے کہ ضرورت دین کے وقت بحث و مناظرہ ہرگز تجرید و تفرید کے منافی نہیں بحضور صبا کامل کے لئے۔ اور علم کلام کا سنت انبیاء میں سے ہونا تو بیان سے بالکل ظاہر ہو رہا ہے داعی حق ... جانتا ہے کہ کس ذکی طرح اس (مخاطب) کے دل میں سچائی اتار دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بات جب مخاطب کا دماغ ہضم نہ کر سکا تو انہوں نے فوراً دوسری بات پیش کر دی جو اس کی دماغی استعداد کے ٹھیک ٹھیک مطابق تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تیر نشانہ پر لگ گیا اور مد مقابل کا دم خم باقی نہ رہا

(معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی) ([illegible])

خلاصہ: نمرود کو اللہ تعالیٰ نے وسیع سلطنت عطا کی تھی جس پر وہ مغرور ہو گیا اسے اپنی ربوبیت کا دعویٰ تھا۔ ایک دفعہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ کیا اور دریافت کیا کہ (آپ کا) رب کون ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا زندگی اور موت جس کے قبضہ قدرت میں ہے وہی میرا رب ہے تو اس نے ایک بھونڈی حرکت کی کہ دو آدمیوں کو پکڑوا کر بلوایا ان میں سے ایک کو قتل کیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جان لیا کہ اس نے اپنی بدفہمی اور بے وقوفی کے سبب اصل حقیقت کو سمجھا ہی نہیں اور نہایت سطحی حرکت اور احمقانہ کام کیا ہے لہٰذا آپ نے ایک نہایت ہی سہل کام کے متعلق فرمایا کہ رب تعالیٰ سورج کو مشرق سے طلوع فرماتا ہے ذرا تو مغرب سے نکال دے اس بات پر وہ حیران و ششدر رہ گیا کوئی جواب نہ دے سکا۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت کی راہ نہیں دکھاتا۔ اسی وجہ سے ایسے ہٹ دھرم اور بے انصاف راہ حق پر نہیں آیا کرتے۔

RSR

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ
بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ
قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ
إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ
آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ
فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ یا جیسا کہ
وہ شخص جو ایک ایسے شہر پر سے گزرا جو چھتوں سمیت ڈھا پڑا تھا اس نے (دیکھ کر) کہا کہ اس
ویرانی کے بعد اس کو اللہ تعالیٰ کیونکر آباد کرے گا تب اس کو اللہ نے سو برس تک مردہ پڑا
رہنے دیا پھر اس کو اٹھا کر پوچھا تو کتنا عرصہ پڑا رہا؟ اس نے کہا ایک دن یا اس سے بھی
کم پڑا رہا ہوں گا (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا (نہیں) بلکہ تو سو برس پڑا رہا پھر تو اپنے
کھانے اور پانی کو دیکھ کہ ابھی تک سڑا (باسی) بھی نہیں اور اپنے گدھے کو (بھی) دیکھ
(کہ بالکل گل گیا) اور ہم تجھ کو لوگوں کے لئے قدرت کا نمونہ کیا (بنانا) چاہتے ہیں اور تو
(گدھے کی) ہڈیوں کو (بھی) دیکھ کہ کس طرح سے ہم ان کو جوڑتے ہیں پھر (کیونکر) ان کو
گوشت پہناتے ہیں پھر جب اس کو (یہ قدرت) معلوم ہوئی تو کہہ اٹھا کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ
اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۲۵۹/۲)

یہ گزرنے والے یا تو حضرت عزیر علیہ السلام تھے جیسا کہ مشہور ہے یا ارمیاہ بن خلقیا تھے اور یہ نام
حضرت خضر کا ہے یا حزقیل بن بوار تھے یہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھے۔ یہ بستی بیت المقدس تھی
اور یہی قول مشہور ہے بخت نصر نے جب اسے اجاڑا یہاں کے باشندوں کو تہ تیغ کیا مکانات
گرا دیے اور آباد بستی کو بالکل ویرانہ کر دیا اس کے بعد یہ بزرگ یہاں سے گزرے انھوں نے دیکھا
کہ ساری بستی ویرانہ بن چکی ہے نہ مکان ہیں نہ مکین تو وہاں ٹھہر کر سوچنے لگے کہ بھلا ایسا
بڑا بارونق شہر جو اس طرح اجڑا ہے پھر یہ کیسے آباد ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر)

کیا آپ نے نہ دیکھا اس شخص کا حال کہ وہ گدھے پر سوار بیت المقدس پر گزرا اور اس کے ساتھ انگوروں
کا برتن اور شیرہ کا پیالہ تھا (یہ شخص حضرت عزیر علیہ السلام تھے) درآں حالیکہ بیت المقدس
ویران ہو چکا ہوا پڑا تھا اس کی چھتیں گر گئی تھیں جبکہ اس کو بخت نصر نے ویران اور خراب کر دیا تھا
کہا عزیر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑائی بیان کرنے کو کہ اللہ اس گاؤں ویران مردہ کو کیوں کر
زندہ کرے گا۔ (تفسیر جلالین)

سوال: اگر یہ واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام کا ہے اور بستی سے بیت المقدس مراد ہے جب بخت نصر بادشاہ نے بیت المقدس کو ویران کیا
اور بنی اسرائیل کو قتل کیا گرفتار کیا تباہ کر ڈالا پھر حضرت عزیر علیہ السلام وہاں گزرے آپ کے ساتھ ایک برتن کھجور اور ایک پیالہ
(انگور کا) رس تھا اور آپ ایک دراز گوش پر سوار تھے تمام بستی میں پھرے کسی شخص کو وہاں نہ پایا بستی کی عمارتوں کو منہدم دیکھا
تو آپ نے تعجب کیا اور آپ نے اپنی سواری کے حمار کو وہاں باندھ دیا اور آپ نے آرام فرمایا اسی حالت میں آپ کی روح قبض
کر لی گئی اور گدھا بھی مر گیا یہ صبح کے وقت کا واقعہ ہے اس سے ستر برس بعد اللہ تعالیٰ نے فارس کے ایک بادشاہ کو مسلط کیا اور
وہ اپنی فوجیں لے کر بیت المقدس پہنچا اور اس کو پہلے سے بھی بہتر طریقہ پر آباد کیا اور بنی اسرائیل میں سے جو لوگ باقی رہے
تھے اللہ تعالیٰ انہیں پھر یہاں لایا اور وہ بیت المقدس اور اس کے نواح میں آباد ہوئے اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت
عزیر علیہ السلام کو دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھا اور کوئی آپ کو نہ دیکھ سکا جب آپ کی وفات کو سو برس گزر گئے تو
اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کیا پہلے آنکھوں میں جان آئی ابھی تک تمام جسم مردہ تھا وہ آپ کے دیکھتے دیکھتے زندہ کیا گیا
یہ واقعہ شام کے وقت غروب آفتاب کے قریب ہوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم یہاں کتنے دن ٹھہرے آپ نے اندازہ سے
عرض کیا کہ ایک دن یا کچھ کم آپ کا یہ خیال ہوا کہ یہ اسی دن کی شام ہے جس کی صبح کو سوئے تھے فرمایا بلکہ تم سو برس
ٹھہرے اپنے کھانے اور پانی یعنی کھجور اور (انگور) کے رس کو دیکھئے کہ ویسا ہی ہے اس میں بو تک نہ آئی اور اپنے
گدھے کو دیکھئے دیکھا تو وہ مر گیا تھا گل گیا اعضا بکھر گئے تھے ہڈیاں سفید چمک رہی تھیں آپ کی نگاہ کے سامنے
اس کے اعضا جمع ہوئے اعضا اپنے اپنے مواقع پر آئے ہڈیوں پر گوشت چڑھا گوشت پر کھال آئی بال نکلے
پھر اس میں روح پھونکی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور آواز کرنے لگا آپ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کیا اور
فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے (تفسیر صدر الافاضل بر حاشیہ کنز الایمان)

جن بادشاہوں کے متعلق انبیاء بنی اسرائیل کی داعیانہ زندگی سے ظاہر ہے وہ سائرس، دارا، اور
ارتخششت ہیں اور جن انبیاء نے انہیں متوجہ کیا وہ دانیال، حضرت حجی اور عزیر علیہم السلام ہیں انہی
تینوں میں سے کسی کو یہ معاملہ پیش آیا * یہ اشارہ ہے بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر و آبادی تقریباً سو برس بعد ہوئی تھی
(تفہیم القرآن)

خلاصہ: بستی سے گزرنے والے کون تھے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں تاہم زیادہ مشہور حضرت عزیر
علیہ السلام کا اسم مبارک ہے * اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ فرماتا ہے اس کا اثبات یعنی اللہ تعالیٰ
نے بستی سے گزرنے والے شخص کو اور ان کی سواری کے حمار کو ایک صدی بعد زندہ فرما دیا اور دوسری طرف
اشیاء خورد و نوش کو جوں کا توں رکھا ذرا بھی خراب نہ ہونے دیا * یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام
انسانوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا * حضرت عزیر علیہ السلام کو جب وفات دی تھی تو اس وقت صبح تھی
اور جب دوبارہ حیات بخشی تو اس وقت شام ہونے والی تھی اسی وجہ سے انہوں نے یہ خیال کیا کہ یہ ایک دن یا اس سے کم کا واقعہ ہے
حالانکہ ایک سو سال گزر چکے تھے * اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا مشاہدہ اور اس کا یقین و اقرار ۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ط قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن ط قَالَ بَلٰى وَلٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ط قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ط وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○

اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کی اے میرے پروردگار مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح جلائے گا۔ ارشاد ہوا کیا آپ کو یقین نہیں عرض کی ضرور ہے لیکن (یہ درخواست) اس لئے ہے کہ قلب کو (اور) اطمینان ہو جائے۔ ارشاد ہوا کہ اچھا چار پرندے لیجئے پھر انہیں اپنے سے ہلا لیجئے (ان پرندوں کو پال کر اور اپنے پاس رکھ کر انہیں اپنے سے خوب مانوس کر لیجئے کہ پھر شناخت میں دقت نہ ہو) (ان کو ذبح کر کے اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے بعد) پھر ان میں کا ایک ایک حصہ پہاڑ پر رکھ دیجئے پھر ان کو اپنی طرف بلائیے (تو) وہ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس چلے آئیں گے اور یقین رکھئے کہ اللہ بڑا زبردست ہے بڑا حکمت والا ہے۔ (۲/ ۲۶۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کی بہت سی وجہیں تھیں ایک تو یہ کہ چونکہ یہی دلیل آپ نے نمرود مردود کے سامنے پیش کی تھی تو آپ نے چاہا کہ علم الیقین سے عین الیقین حاصل ہو جائے "جانتا تو ہوں ہی لیکن دیکھ بھی لوں" * اب رب العلمین خالق کل فرماتا ہے کہ چار پرندے لو۔ مفسرین کے اس بارے میں کئی قول ہیں کہ کون کون سے پرندے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لئے تھے * کوئی کہتا ہے کہ وہ کلنگ، مور، مرغ اور کبوتر تھے۔ کوئی کہتا ہے وہ مرغابی، سیمرغ کا بچہ، مرغ اور مور تھے کوئی کہتا ہے کبوتر، مرغ، مور اور کوا تھے۔ پھر انہیں کاٹ کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ حضرت ابن عباسؓ یہی فرماتے ہیں اور روایت ہے کہ اپنے پاس رکھ لیا۔ جب ہل گئے انہیں ذبح کر دیا پھر ٹکڑے ٹکڑے الگ الگ کر دئیے۔ پس آپ نے چار پرندے ذبح کر کے ان کے ٹکڑے کئے پر اکھیڑ دیے اور سارے مختلف ٹکڑے آپس میں ملا دے پھر چار پہاڑوں پر یا سات پہاڑوں پر وہ ٹکڑے رکھ دیے اور سب پرندوں کے سر اپنے ہاتھ ہی رکھے پھر بحکم الٰہی انہیں بلانے لگے جس پرند کو آواز دیتے اس کے بکھرے ہوئے پر ادھر ادھر سے اڑتے اور آپس میں جڑتے اسی طرح خون خون کے ساتھ ملتا اور باقی اجزا بھی جس جس پہاڑ پر ہوتے آپس میں مل جاتے اور پرندہ اڑتا ہوا آپ کے پاس آتا آپ اسے دوسرے پرندہ کا سر دیتے تو وہ قبول نہ کرتا خود اس کا سر دیتے تو وہ بھی جڑ جاتا یہاں تک کہ ایک ایک کر کے یہ چاروں پرندے زندہ ہو کر اڑ گئے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اور مردوں کے زندہ ہونے کا یہ ایمان افروز نظارہ خلیل اللہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا (تفسیر ابن کثیر)

اور یاد کرو جبکہ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کیا اے میرے رب تو مجھ کو دکھلا دے کہ مردوں کو کیوں کر جلاوے گا
اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا "کیا تم کو اس پر ایمان نہیں کہ مجھ کو قدرت ہے کہ مردوں کو جلا دوں" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا
کہ ہاں ہے ضرور کہ ایمان لایا تیری قدرت پر لیکن میں نے مجھ سے اس لئے پوچھا کہ آنکھ سے دیکھ کر پورا پورا اطمینان دل کو حاصل
کروں اور خیالات سے دل کو تسکین کر لوں (بحوالہ جلالین)

یہ تیسرا واقعہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بابل سے ہجرت کر کے ملک شام میں آنے کے بعد گزرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو ہر چند اللہ تعالیٰ کے فرمانے کی وجہ سے یقین تھا کہ آدمی مرکر تو اس کے اجزاء مخلوط ہو جائیں ہوا میں ہوا اور خاک میں خاک
اور پانی میں پانی آگ میں آگ مل جائے مگر اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کرے گا اور اس کے اجزاء کو جمع کرے گا ★ (موضح ترجمہ شاہ عبدالقادر)

اگرچہ ان چار پرندوں کے لینے کی وجہ اور ان کے نام کسی صحیح حدیث سے معلوم نہیں ہوتے مگر علماء کے اقوال سے یہ نام جو اوپر گزرے
ثابت ہوتے ہیں اور چار پرندوں کے لینے اور ان کے ملانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بشر انسان کے جسم کے چار عنصر آگ پانی ہوا مٹی
جزو غالب ہیں اور دنیا میں یہ چار جانور پرندے جو ہر ایک دوڑ کر اپنے جز اصلی کی طرف اڑ جانا چاہتا ہے اس لئے آپس میں ملے جلے رہتے ہیں
اور ایک روز یہ پھر جدا ہو جاویں گے اور قیامت کو اس قادر مطلق کے حکم سے پھر مل کے یہ ایک دوڑ تا جلد آویں گے۔ اس امر کے مشاہدہ
کے لئے ان کا نمونہ اور ان کے مناسب چار پرندے جانور مختلف الطبائع لینے کو کہا اور ان کو ملانے کو فرمایا تاکہ یہ حال واضح ہو (بحوالہ تفسیر حقانی)

مفسرین نے لکھا ہے کہ سمندر کے کنارے ایک آدمی مرا پڑا تھا جو اس کنارے میں سمندر کا پانی چڑھتا اترتا رہتا ہے جب پانی چڑھتا
تو حیوانات اس لاش کو کھاتے تھے جب اتر جاتا تو وحشی جانور اور پرندے کھاتے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ ملاحظہ فرمایا تو آپ کو شوق
ہوا کہ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ مردے کس طرح زندہ کئے جائیں گے ★ مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو اپنا خلیل کیا ملک الموت حضرت رب العزت سے اذن لے کر آپ کو یہ بشارت سنانے آئے آپ نے بشارت سن کر
اللہ کی حمد کی اور ملک الموت سے فرمایا اس خُلت کی علامت کیا ہے ملک الموت نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرمائے گا اور
آپ کے سوال پر مردے زندہ کرے تب آپ نے یہ دعا کی (خازن) اللہ تعالیٰ عالم غیب و شہادت ہے اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے کمال ایمان و یقین کا علم ہے باوجود اس کے یہ سوال فرمایا کہ کیا تجھے یقین نہیں اس لئے ہے کہ سامعین کو سوال کا مقصد
معلوم ہو جائے اور وہ جان لیں کہ یہ سوال کسی شک و شبہ کی بنا پر نہ تھا (بیضاوی و جمل وغیرہ بحوالہ حاشیہ کنز الایمان)

دعوت حق سے مردہ قوموں کا زندہ ہو جانا اور متوحش و گمراہ افراد کا ایک تربیت یافتہ جماعت کی حالت میں
بدل جانا ★ دعوت حق کی انقلاب انگیز حقیقت پرندوں کی مثال سے واضح کر دی (آیت) (بحوالہ ترجمان القرآن)

خلاصہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ درخواست کہ وہ مردوں کا جلایا جانا دیکھیں محض قلبی اطمینان کے لئے دیکھنا چاہتے ہیں۔ قادر مطلق کی قدرت
پر ایمان کامل اور یقین تھا علی کے عالی ایقان و خلت سے تھا حضرت ابراہیم کے موجودہ کلام کو قبول فرمایا اور پرندوں کو اپنے سے مانوس کر کے ذبح کیا
ان کے اجزاء کو آپس میں ملا کر پہاڑوں پر رکھ دینے بعدہ انہیں آواز دے کر بلانے کا حکم صادر فرمایا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حسب فرمان حق
عمل کیا تو پرندے زندہ ہو کے اور اڑ کر آئے حضرت ابراہیم علیہ السلام عین الیقین سے مسرور ہوئے ★ یقین رکھیئے اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم ہے

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ
فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝
اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا
مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ
يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝ مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے
مالوں کو اللہ کی راہ میں ایسی ہے جیسے ایک دانہ جو اگاتا ہے سات بالیں (اور) ہر بال
میں سو دانہ ہو اور اللہ تعالیٰ (اس سے بھی) بڑھا دیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور اللہ وسیع بخشش
والا جاننے والا ہے * جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں پھر جو خرچ کیا اس کے پیچھے
نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ دکھ دیتے ہیں انہیں کے لئے ثواب ہے ان کا ان کے رب کے پاس نہ کوئی
خوف ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے * اچھی بات کرنا اور (غلطی) معاف کر دینا بہتر ہے
اس صدقہ سے جس کے پیچھے دکھ پہنچایا جائے اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے بڑے حلم والا ہے (۲/۲۶۱-۲۶۳)

۲۶۱ - اس آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں اپنے مال کو خرچ کرے اسے بڑی برکتیں
اور بہت بڑے ثواب ملتے ہیں اور نیکیاں سات سات سو گنی کر کے دی جاتی ہیں تو فرمایا جو لوگ راہ خدا میں یعنی
اللہ کی فرمانبرداری میں جہاد میں گھوڑوں کو پالنے میں ہتھیار خریدنے میں اور حج کرنے کرانے میں وغیرہ وغیرہ ۔ اللہ کا نام
کے دیے ہوئے کی مثال کس پاکیزگی سے بیان ہو رہی ہے جو آنکھوں میں کھب جائے اور دل میں گھر کر جائے ۔ ایک دم
یوں فرما دیتا کہ ایک کے بدلے سات سو ملیں گے اس سے بہت زیادہ لطافت اس کلام اور اس مثال میں ہے اور پھر
اس میں اشارہ ہے کہ اعمال صالحہ اللہ کے پاس بڑھتے رہتے ہیں جس طرح تمہارے بوئے ہوئے بیج کھیت میں بڑھتے چلے
رہتے ہیں مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اپنی
بچی ہوئی چیز راہ مولیٰ میں دیتا ہے اسے سات سو کا ثواب ملتا ہے اور جو شخص اپنی جان پر اور اپنے اہل و عیال پر
خرچ کرے اسے دس گنا ملتا ہے اور بیمار کی عیادت کا ثواب بھی دس گنا ملتا ہے * جس شخص پر کوئی جسمانی بلا
مصیبت دکھ درد اور بیماری آئے وہ اس کے گناہوں کو جھاڑ دیتی ہے * مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے ابن آدم کی ایک نیکی کو دس نیکیوں کے برابر کر دیا ہے پھر وہ بڑھتی رہتی ہیں سات سو تک مگر روزہ کہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے وہ خاص میرے ہی لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر و ثواب دوں گا * دوسری حدیث میں اتنی زیادتی ہے کہ
روزہ دار اپنا کھانا پینا صرف میری وجہ سے چھوڑتا ہے آخر میں ہے روزہ ڈھال ہے * حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص جہاد میں کچھ مالی امداد دے
تو خود نہ جائے تاہم اسے ایک کے بدلے سات سو کے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور خود بھی شریک ہو تو ایک درہم کے بدلے

[illegible]

سات لاکھ درہم کے خرچ کا ثواب ملتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

۲۶۲۔ جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور پھر خرچ کر کے اس پر احسان نہیں رکھتے جس کو دیا یہ نہیں کہتے کہ میں نے اس پر احسان کیا اس کا حال درست کیا اور نہ اس کو اس قسم کی تکلیف دیتے ہیں کہ اس کو خبر کریں جس کو وہ خبر کرنا نہیں چاہتا ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے خرچ کرنے کا ثواب ملنے والا ہے اور ان پر کچھ خوف نہیں اور نہ وہ غمگین

لاخوف علیھم میں تعمیم ہے۔ نہ دنیا میں ایسے لوگوں کو افلاس ہوگا خوف و غم ہوگا اور نہ آخرت میں (حقانی)

یہ آیت حضرت عثمان غنی اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل ہوئی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقع پر لشکر اسلام کے لئے ایک ہزار اونٹ مع سامان پیش کئے اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے چار ہزار درہم صدقہ کے بارگاہ رسالت میں حاضر کئے اور عرض کیا کہ میرے پاس کل آٹھ ہزار درہم تھے نصف میں نے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے رکھ لئے اور نصف راہ خدا میں حاضر ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم نے دیے اور جو تم نے رکھے اللہ تعالیٰ دونوں میں برکت فرمائے * احسان رکھنا تو یہ کہ دینے کے بعد دوسروں کے سامنے اظہار کریں کہ ہم نے تیرے ساتھ ایسے ایسے سلوک کئے اور اس کو مکدر کریں اور تکلیف دینا یہ کہ اس کو عار دلائیں کہ تو نادار و مفلس تھا مجبور تھا نکما تھا ہم نے تیری خبر گیری کی یا اور طرح دباؤ دیں یہ ممنوع ہے (تفسیر صدر الافاضل بر حاشیہ کنز الایمان)

[illegible]

۲۶۳۔ یعنی مانگنے والے کو نرمی سے جواب دینا اور اس کی بدخوئی پر درگزر کرنی بہتر ہے اس سے کہ دیوے پھر اس کو بار بار دباوے یہ سمجھے کہ میں نے اللہ کو دیا ہے اس کو کیا پرواہ ہے (در اصل) تیرا اپنا بھلا کرتا ہے (موضح القرآن)

اس قسم کے احسان سے تو یہی بہتر ہے کہ * نرم الفاظ میں اس سے معذرت کر دی جائے * سائل کی حاجت مندی کی بات کو اس وقت ٹال جانا جب وہ تنگی یا پریشانی سے پیش آئے * آیت میں صدقات سے تعلیم ہے کہ صدقہ یا خیرات مقصود بالذات نہیں مقصود اصلی تقویٰ ہے * ناداری کے وقت نرمی سے جواب دینا اور سائل کی سختی کو پی جانا موجب

فوائد: یہ خیرات پر صدقات سے کہیں عمدہ * رب کی عطا مختلف ہے ایک ہی عمل پر مختلف لوگوں کو مختلف طرح جزائیں عطا فرماتا ہے * صدقہ پر طعنہ دینا گناہ کبیرہ ہے * جس کا صدقہ قبول ہو جائے اس کا شمار اولیاء اللہ میں ہے * قبولیت عمل کے لئے تقویٰ ضروری (تفسیر نعیمی)

[illegible]

خلاصہ: یہ انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت ہے۔ اس سے مراد جہاد ہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ جہاد میں خرچ کی گئی رقم کا یہ ثواب ہوگا اور اگر اس سے مراد تمام مصارف خیر ہیں تو یہ فضیلت نفقات و صدقات نافلہ کی ہوگی دیگر نیکیاں (ایک نیکی کا اجر دس گنا) کے ذیل میں آئیں گی۔ (فتح القدیر) * انفاق فی سبیل اللہ کی مذکورہ فضیلت صرف اس شخص کو حاصل ہوگی جو مال خرچ کر کے احسان نہیں جتلاتا نہ زبان سے ایسا کلمہ تحقیر ادا کرتا ہے جس سے کسی عزت محتاج کی عزت نفس مجروح ہو اور وہ تکلیف محسوس کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے کلام نہیں فرمائے گا ان میں سے ایک احسان جتلانے والا ہے * سائل سے نرمی اور شفقت سے بولنا یا دعائیہ کلمات (اللہ تعالیٰ تجھے بھی اور ہمیں بھی اپنے فضل و کرم سے نوازے وغیرہ) سے اس کو جواب دینا قول معروف ہے۔ سائل کے فقر اور اس کی حاجت کا لوگوں کے سامنے عدم اظہار اور پردہ پوشی اور سائل کی نازیبا بات سے چشم پوشی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ
مَالَهٗ رِئَاۗءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ
صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ
عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَثَلُ
الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ
يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اے ایمان والو! اپنے صدقوں کو احسان (جتلا کر) اور اذیت (پہنچا کر) باطل نہ کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کے دکھاوے کو اور اللہ (تعالیٰ) اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا ہے سو اس کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی ہے پھر اس پر زور کی بارش ہو سو وہ اس کو بالکل صاف کر دے (ایسے لوگ) کچھ بھی حاصل کر سکیں گے اپنی کمائی سے اور اللہ کافر لوگوں کو راہ ہدایت نہ دکھائے گا * اور مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ (تعالیٰ) کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اس لئے تاکہ پختہ ہو جائیں ان کے دل ان کی مثال اس باغ جیسی ہے جو کسی بلند زمین پر ہو برسا ہو اس پر زور کا مینہ (بارش) تو لایا ہو وہ باغ دوگنا پھل اور اگر نہ برسے اس پر بارش تو شبنم ہی کافی ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو سب دیکھ رہا ہے (۲/۲۶۴، ۲۶۵)

۲۶۴۔ اپنے صدقات و خیرات کو منت و احسان رکھ کر اور تکلیف پہنچا کر برباد نہ کرو اس احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے کا گناہ (درحقیقت) صدقہ اور خیرات کا ثواب باقی نہیں رکھتا پھر مثال دی کہ احسان اور تکلیف دہی کے صدقہ کے غارت ہو جانے کی مثال اس صدقہ جیسی ہے جو ریاکاری کے طور پر لوگوں کے دکھاوے کے لئے دیا جائے اپنی سخاوت اور فیاضی اور نیکی کی شہرت مدنظر ہو لوگوں ہی سے تعریف و ستائش کی چاہت ہو صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب نہ ہو نہ اس کے ثواب پر نظر۔ اسی لئے اس جملہ کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہ ہو تو اس ریاکارانہ صدقے کی اور اس احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے کے صدقہ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی صاف چٹیل پتھر کی چٹان ہو جس پر مٹی پڑی ہو پھر سخت شدت کی بارش ہو تو جس طرح اس پتھر کی تمام مٹی دھل جاتی ہے اور کچھ بھی باقی نہیں رہتا اسی طرح ان دونوں قسم کے لوگوں کے خرچ کی کیفیت ہے کہ گو لوگ سمجھتے ہوں کہ اس کے صدقہ کی نیکی اس کے پاس ہے جس طرح بظاہر پتھر پر مٹی نظر آتی تھی لیکن جیسے کہ بارش سے وہ مٹی جاتی رہی اسی طرح اس کے احسان جتانے یا تکلیف پہنچانے یا ریاکاری کرنے سے وہ ثواب بھی جاتا رہا اور اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے گا تو کچھ بھی جزا نہ پائے گا

اپنے اعمال میں سے کسی چیز پر قدرت نہ رکھے گا اللہ تعالیٰ کافر گروہ کی راہ راست کی طرف رہبری نہیں کرتا (تفسیر ابن کثیر)

اپنی خیرات کے ثواب کو جتا کر اور تکلیف دے کر خراب نہ کرو جیسا وہ شخص اپنا ثواب کھوتا ہے جو لوگوں کے دکھلانے کو مال خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر ایمان نہیں رکھتا (وہ منافق ہے) سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر پر مٹی پڑی تھی پھر اس کو زور کی بارش پہنچی سو اس کو صاف کر چھوڑے کہ اس پر کچھ باقی نہ رہے ان لوگوں نے جو کچھ دکھلانے کو خرچ کیا اس کا ثواب آخرت میں بالکل نہ پائیں گے جیسا صاف پتھر جس کی مٹی بارش سے بہہ جائے اور اس پر کچھ باقی نہ رہے اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دکھاتا (جلالین)

۲۶۵ - اور جو مومن و مخلصین اللہ تعالیٰ کی خوشنودی (کے حصول کے لئے) اور خلوص دل سے حسنات و خیرات کرتے ہیں تو اس عمدہ زمین پر (عام مثال میں) باغ تشابہ ہیں جس پر زور کا مینہ برستا ہے تو دگنا پھل آتا ہے اور چونکہ زمین عمدہ ہے اگر زور کا مینہ نہیں برستا تو کسی قدر تر شبنم اور شبنم ہی کافی ہو جاتی ہے یعنی موت کے بعد تو بے شمار اجر حاصل ہوگا اور دنیا میں بھی اس کا کچھ پھل اس کو ملے گا۔ (تفسیر حقانی)

یہ مومن مخلص کے اعمال کی ایک مثال ہے کہ جس طرح بلند خطہ کی بہتر زمین کا باغ ہر حال میں خوب پھلتا ہے خواہ بارش کم ہو یا زیادہ ایسے ہی با اخلاص مومن کا صدقہ اور انفاق خواہ کم ہو یا زیادہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتا ہے * اور بندہ کی نیت اور اخلاص کو جانتا ہے (حاشیہ کنز الایمان)

اس تمثیل میں خیرات کو بارش سے اور زمین کو دل سے تشبیہ دی گئی ہے اگر زمین ٹھیک ہے یعنی دل میں اخلاص ہے تو جس قدر بھی عمل خیر کیا جائے گا برکت اور پھل لائے گا اگر زمین درست نہیں ہے یعنی اخلاص نہیں ہے تو پھر کتنی ہی دکھاوے کی خیر خیرات کی جائے سب رائیگاں جائے گی * اگر دل میں اخلاص ہے تو تھوڑی سی خیرات بھی برکت و نمو کا موجب ہو سکتی ہے جس طرح بارش کی چند ہلکی بوندیں بھی ایک باغ کو شاداب کر دیتی ہیں۔

فوائد: طعن و تشنیع ، ایذا بھی بدترین جرم ہے جس سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں * ریاکار منافق عملی ہے * ریا طعنے اور ایذا کے ساتھ جو بھلائی کی جائے وہ بھلائی ہی نہیں وہ شروع ہی سے باطل ہے * نیکیوں کو ہر اس چیز سے پاک رکھا جائے جس سے نیکی نیکی نہ رہے * چار چیزیں خیرات کو باطل کرنے والی ہیں - بے ایمانی ، ریاکاری ، احسان جتانا اور مستحق کو ایذا پہنچانا * دو چیزیں خیرات کو قبول کرنے والی ہیں ایمان اور اخلاص * صدقہ مقبول کے بھی مختلف درجے ہیں (بحوالہ تفسیر نعیمی)

خلاصہ: صدقہ و خیرات کر کے احسان دھرنا اور ایذا رساں باتیں کرنا دراصل اہل ایمان کا نہیں بلکہ ریاکاروں اور منافقوں کا طریقہ ہے جو محض نام و نمود اور دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اس کے لئے پتھر پر جمی مٹی کے بارش سے بہہ جانے کی عمدہ مثال - یعنی جیسے بارش پتھر کے لئے فائدہ بخش نہیں اسی طرح ریاکار کو بھی صدقہ و خیرات کا فائدہ نہیں * اس کے برعکس اہل ایمان و اخلاص کے صدقات و خیرات مقبول ہوتے ہیں کہ وہ راہ حق میں خلوص دل کے ساتھ خرچ کرتے ہیں ان کی موثر مثال یہ فرمائی گئی کہ بلند خطہ کی عمدہ زمین کا باغ خوب پھل لاتا ہے خواہ بارش زیادہ ہو یا کم زمین کی خوبی چند بوندوں یا شبنم سے بھی فائدہ پہنچاتی ہے - مومن و مخلص کے صدقات و انفاق تھوڑے ہوں یا زیادہ اللہ تعالیٰ انہیں خوب بڑھاتا ہے - برکتوں سے مالا مال فرماتا ہے - اللہ تعالیٰ نیت اور اخلاص جانتا ہے -

تفسیر (ترجمان القرآن)

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَّأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ○ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيهِ إِلَّآ أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ○

کیا تم میں سے کوئی بھی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو، جس میں نہریں بہہ رہی ہوں اور ہر قسم کے پھل موجود ہوں، اس شخص کا بڑھاپا آگیا ہو، اس کے ننھے ننھے سے بچے بھی ہوں اور اچانک باغ کو بگولا لگ جائے جس میں آگ بھی ہو پس وہ باغ جل جائے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو * اے ایمان والو اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو ان میں سے بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا جسے تم خود لینے والے نہیں ہو، ہاں اگر آنکھیں بند کر لو تو۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے۔ (۲/۲۶۶، ۲۶۷)

۲۶۶- اس میں بیان ہو رہا ہے کہ ایک شخص نے ابتداءً اچھے عمل کئے پھر اس کے بعد اس کی حالت بدل گئی اور برائیوں میں پھنس گیا اور پہلے کی نیکیوں کا ذخیرہ برباد کر دیا اور آخری وقت جب کہ نیکیوں کی سخت ضرورت تھی یہ خالی ہاتھ رہ گیا جس طرح ایک شخص ہے جس نے ایک باغ لگایا اس کے پھل سے فائدہ حاصل کرتا رہا لیکن جب بڑھاپے کے زمانے کو پہنچا چھوٹے بچے بھی زیر پرورش ہیں خود کسی کام کاج کے قابل بھی نہیں رہا۔ مدار زندگی صرف ایک باغ رہ گیا تھا کہ اتفاقاً آندھی چلی باغ میں آگ لگ گئی اور وہ ہرا بھرا لہلہاتا باغ دم بھر میں خاکستر بن گیا * کافر شخص بھی جب اللہ تعالیٰ کے پاس جاتا ہے تو وہاں کچھ کرنے کی طاقت نہیں جس طرح اس بوڑھے کی۔ اور جو کیا تھا وہ کفر کی آندھی نے برباد کر دیا اب پیچھے سے بھی کوئی اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا جس طرح اس بوڑھے کو اس کی اولاد اسے کوئی کام نہیں دے سکی (ابن کثیر)

سو ایسا ہی جو شخص دکھلاوے کو خرچ کرتا ہے اور دے کر جتاتا ہے اور احسان رکھتا ہے اس کا عمل باطل اور وہ خرچ کرنا اس کو آخرت میں کچھ نفع نہ دے گا حالانکہ وہ وقت سخت ضرورت کا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ مثال اس کا بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اول بہت طاعت کی آخر میں اس نے اغواء شیطانی سے گناہ کئے جس نے اس کے سب عمل کھو دیئے * جیسے ہمارے حق اللہ نے یہ بیان فرمایا وہ اسی طرح اپنی نشانیاں تم پر ظاہر فرماتا ہے کہ تم سوچو اور سمجھو یاد رکھو (جلالین)

۲۶۷- کسی چیز میں خیرات وصدقہ دینی چاہیئے آیا دل سے اتنی ہمارے کہ جس کو ہم کبھی کوئی بحر کراہت

اور خوشی کو نہیں لیتا یا عمدہ اور مرغوب چیزیں ۔ حکم دیتا ہے کہ اپنی کمائی میں سے عمدہ چیزیں دو اور نیز طیبات ما کسبتم میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو چیز تم نے حلال اور جائز طور سے حاصل کی ہے اسی کو دو اسی کو اللہ تعالیٰ قبول بھی کرتا ہے حرام اور ناجائز کمائی کی خیرات اس کے ہاں قبول نہیں ہوتی اور جو چیزیں کہ اناج میوے وغیرہ زمین سے پیدا ہوتے ہیں ان میں سے ان بری چیزوں کے دینے کا قصد بھی نہ کرنا کہ جن کو تم بھی خوشی سے نہیں لیتے کیونکہ اللہ بے پرواہ ہے بری چیزیں قبول نہیں فرماتا ۔ تغمضوا اغماض آنکھ بند کرنا اور اس کی اصل غموض یعنی چھپانا ۔ اسی لئے کلام خفی کو غامض کہتے ہیں مگر یہاں مراد مسامحت ہے کیونکہ آدمی جب کوئی ناپسند چیز دیکھتا ہے تو آنکھ بند کر لیتا ہے ۔ (تفسیر حقانی)

دنیا فانی اور عاقبت آنی ہے ۔ "اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو"۔ اس سے کسب کی اباحت اور اموال تجارت میں زکوٰۃ ثابت ہوتی ہے (خازن و مدارک) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت صدقہ نافلہ و فرضیہ دونوں کو عام ہو (تفسیر احمدی) "اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا" خواہ وہ [illegible] غلے ہوں یا پھل یا معادن وغیرہ ★ صدقہ وصول کرنے والے کو چاہیے کہ وہ متوسط مال لے نہ بالکل خراب نہ بہت اعلیٰ [illegible]

ایسا نہ ہو کہ جو چیز نکمی اور بے کار ہو اسے خیرات کے نام سے محتاجوں کو دے دو اور سمجھو کہ اس طرح ہم نے ثواب کما لیا ۔ اگر تمہیں کوئی ایسی چیز دے دے تو تم اسے کبھی پسند کرو گے؟ پھر اگر اپنے نفس کے لئے نکمی چیز لینا پسند نہیں کرتے تو اپنے محتاج بھائیوں کے لئے کیوں پسند کرتے ہو؟ دوسروں کے ساتھ وہی کرو جو تم چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا جائے ★ اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز اور ساری ہی ستائشوں کی مستحق ہے (ترجمان)

فوائد: تبلیغ اور وعظ کے لئے مثالیں بہت ضروری ہیں ★ عمل کا دارومدار خاتمہ پر ہے ★ ادب یہ ہے کہ بندہ بھلائی کو رب کی طرف اور برائی کو اپنی طرف نسبت دے ★ کلام کا قبول نہ کرنا آسان اور نباہنا مشکل ہے ★ مال حلال حاصل کرنا، محنت و کمائی کرنا شرعاً ضروری ہے ★ ہر قسم کے مال میں سے بعض حصہ خیرات کرنا چاہیے ۔ (بحوالہ تفسیر نعیمی)

خلاصہ: ریاکاری کے نقصانات کو واضح کرنا اور اس سے بچنے کے لئے (موثر) مثال ★ نفاق و ریاکاری کی وجہ سے (ریاکاروں) کے سارے اعمال اکارت چلے جائیں گے جب کہ (قیامت کے دن) نیکیوں کی شدید ضرورت ہوگی اور دوبارہ اعمال خیر کرنے کی مہلت و فرصت نہیں ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا یہی حال ہو ۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عمرؓ نے اس مثال کا مصداق ان لوگوں کو قرار دیا ہے جو ساری عمر نیکیاں کرتے ہیں اور آخر عمر میں شیطان کے جال میں پھنس کر اللہ کے نافرمان ہو جاتے ہیں جس سے عمر بھر کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں ★ صدقے کی قبولیت کے لئے جس طرح ضروری ہے کہ ریاکاری سے پاک ہو اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حلال اور پاکیزہ کمائی سے ہو چاہے وہ تجارت و صنعت کے ذریعہ ہو یا فصل اور باغات کی پیداوار سے ★ خبیث سے مراد وہ چیزیں ہیں جو غلط کمائی سے ہوں اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرماتا کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک (حلال) چیز ہی قبول فرماتا ہے

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ
فَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ
فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ
نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝
اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا اور بری باتوں کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فراخی کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا خبردار ہے * جس کو چاہتا ہے دانائی عطا کرتا ہے اور جس کو دانائی دی گئی تو اس کو سب کچھ دیا گیا اور سمجھتے بھی وہی ہیں جو عقل مند ہیں * اور جو کچھ تم خیرات کرتے ہو یا کوئی نذر مانتے ہو تو بے شک اللہ اس کو جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں * اگر خیرات ظاہر کر کے دو تو بھی اچھا ہے اور اگر اس کو چھپا کر فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لیے (زیادہ) بہتر ہے اور یہ تمہارے کئی گناہوں کو بھی مٹا دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ سب سے واقف ہے * (۲/ ۲۶۸ تا ۲۷۱)

۲۶۸ - اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے شیطان روکتا ہے اور دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اس طرح فقیر ہو جاؤ گے تو اس نیک کام سے روک کر پھر بے حیائیوں اور بدکاریوں کی رغبت دلاتا ہے گناہوں پر نافرمانیوں پر حرام کاریوں پر اور مخالفت حق پر اکساتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے برخلاف حکم دیتا ہے کہ خرچ فی سبیل اللہ سے ہاتھ نہ روکو اور شیطان کی دھمکی کے خلاف وہ فرماتا ہے کہ اس صدقہ کے باعث میں تمہاری خطاؤں کو بھی معاف کر دوں گا اور جو تمہیں فقیری سے ڈراتا ہے میں اس کے مقابلہ میں تمہیں اپنے فضل کا یقین دلاتا ہوں مجھ سے بڑھ کر رحم و کرم فضل و لطف کس کا زیادہ وسیع ہوگا اور انجام کار کا علم مجھ سے زیادہ اچھا کسے حاصل ہو سکتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

۲۶۹ - اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے وہ علم سکھاتا ہے جو کام آوے اور عمل کی توفیق دے اور جس کو حکمت عطا ہوئی اس کو بڑی خیر ملی کہ اس کی وجہ سے سمجھنے کی بھلائی میں داخل اور نصیحت پکڑتے ہیں تو عقل والے (حمد یسین)
انسان اپنے ذرائع معاش اور کوشش کو وسعت کا سبب جانتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے کس کو با ہنر رکھ دو نہیں تو سینکڑوں عاقلوں کی کوششیں اور بارہا بنیاں بے کار ہو جاتی ہیں بجائے فائدہ اور وقت کے افلاس اور نقصان پیش آتا ہے یہ اسرار اور حکمت ہر ایک کو نصیب نہیں ہر ایک کا فہم یہاں تک نہیں پہنچتا مگر انہیں کے فہم رسا کی ہوتی ہے کہ جن کو اللہ نے حکمت یعنی دانائی دی ہے اور جس کو دانائی دی گئی اس کو سب کچھ دیا گیا کیونکہ انسان کی سعادت خواہ دنیوی ہو یا اخروی صرف علم و حکمت پر مبنی ہے۔ (تفسیر حقانی)

حکمت کی جامع تشریح یہ ہے کہ "وہ امور دین میں فہم صحیح کا نام ہے" (قرطبی) اور دین کی اس فہم کے مطابق
عمل سے بہتر رویہ اور صرف یہی تو وزن کی بات شامل ہے * اولوالالباب یعنی عقل صحیح سے کام لینے والے۔ لغویت
سے مراد راہ حق پر چلنے اور راہنمایان دین کی اطاعت کی لغویت ہے * آیت میں شیطانی وسوسہ کا
علاج علم (حکمت) کے ذریعہ سے بتایا گیا ہے۔ (بحوالہ تفسیر ماجدی ۱)

۲۷۰ (اور تم جو خرچ کرو) نیکی میں خواہ بدی میں (یا منت مانو) طاعت کی یا گناہ کی۔ نذر عرف میں ہدیہ یا
پیشکش کو کہتے ہیں اور شرع میں نذر عبادت اور قربت مقصود ہے اسی لئے اگر کسی نے گناہ کرنے کی نذر
کی تو وہ صحیح نہیں ہوتی نذر خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اور یہ جائز ہے کہ اللہ کے لئے نذر کرے (حاشیہ کنزالایمان)
اور (دیکھو) خیرات کی قسم میں سے تم جو کچھ بھی خرچ کرو یا اللہ کی نذر ماننے کے طور پر جو کچھ بھی نکالنا چاہو
تو (یہ بات یاد رکھو کہ) اللہ کے علم سے وہ پوشیدہ نہیں ہے اور جو معصیت کرنے والے ہیں تو ان کے (اللہ
کی پکڑ سے بچانے میں) کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ (ترجمان)

۲۷۱۔ فرضی صدقات ظاہر کرکے دینے افضل ہیں اور نفلی صدقات چھپا کر دینے افضل ہیں۔ حضرت
عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ نیکی تین خصلتوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ نیکی کرنے
میں جلدی کرے، اسے حقیر سمجھے اور اسے پوشیدہ رکھے جب تم نے نیکی کرنے میں جلدی کی تو اسے خوشگوار
بنا دیا جب اسے حقیر سمجھا تو اس کی قدر کو بڑھا دیا اور جب اسے پوشیدہ رکھا تو اسے مکمل کر دیا (ضیاءالقرآن)
فوائد: خیرات سے کمی غریبی نہیں آتی * سخاوت سے مال عزت دونوں بڑھتی ہے بشرطیکہ اخلاص ہو * خیرات سے
روکنے والا یا روکنے کے حیلے کرنے والا شیطان ہے * علم بڑی نعمت ہے * قرآن مجید کی صحیح فہم نعمت ہے *
نذر مشروع چیز ہے * نذر پوری کرنا فرض ہے بشرطیکہ اللہ کے لئے ہو * نیت خیر کے ساتھ ہر طرح کی خیرات مقبول ہے (تفسیر نعیمی)
خلاصہ: اچھے کاموں میں خرچ کرنے سے شیطان روکتا اور ڈراتا ہے کہ کہیں تم مفلس و قلاش نہ ہو جاؤ لیکن بُرے
کاموں میں خرچ کرو اپنے میں اندیشوں کو قریب آنے نہیں دیتا اور فضول کاموں کو اس طرح پیش کرتا ہے
کہ آدمی بڑی سے بڑی رقم بے دریغ خرچ کر ڈالتا ہے * حکمت سے عقل و فہم، علم قرآن مجید، اصابت رائے،
قوت فیصلہ، دانائی اور کتاب و سنت کا علم مراد ہے۔ یہ بڑا وسیع مفہوم کا حامل لفظ ہے۔ حدیث شریف
میں آیا ہے کہ "دو اشخاص پر رشک کرنا جائز ہے ایک وہ جس کو اللہ نے مال دیا اور وہ اسے راہ مولیٰ میں خرچ کرتا ہے
دوسرا وہ جسے اللہ نے حکمت دی جس سے وہ فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے (بخاری و مسلم) * نذر کا
مطلب ہے کہ میرا فلاں کام ہو گیا یا فلاں ابتلا سے نجات مل گئی تو میں اللہ کی راہ میں اتنا صدقہ کروں گا اس نذر
کا پورا کرنا ضروری ہے * صدقہ میں اخفا (چھپانا) کی افضلیت کو بعض علماء نے صرف نفلی صدقات تک محدود
رکھا ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں اظہار کو بہتر سمجھا ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ
خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ
خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ
بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

(۲۷۲-۲۷۳/۲)

نہیں ہے آپ کے ذمہ ان کو سیدھی راہ پر چلانا ہاں اللہ سیدھی راہ پر چلاتا ہے جسے چاہتا ہے اور جو کچھ تم خرچ کرو (اپنے) مال سے تو (اس میں) تمہارا اپنا فائدہ ہے اور تم خرچ ہی نہیں کرتے ہو سوائے اللہ کی رضا طلبی کے اور جتنا کچھ تم خرچ کرو گے (اپنے) مال سے پورا پورا ادا کر دیا جائے گا تمہیں اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا ★ (خیرات) ان فقیروں کے لئے ہے جو روکے گئے ہیں اللہ کی راہ میں نہیں فرصت ملتی انہیں (روزی کمانے کے لئے) چلنے پھرنے کی زمین میں خیال کرتا ہے انہیں ناواقف (کہ یہ) مالدار (ہیں) بوجہ ان کے سوال نہ کرنے کے (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ پہچانتے ہیں انہیں ان کی صورت سے یہ نہیں مانگا کرتے لوگوں سے لپٹ کر اور جو کچھ تم خرچ کرو گے (اپنے) مال سے پس یقیناً اللہ تعالیٰ اسے خوب جاننے والا ہے

۲۷۲ - تمہارا ذمہ نہیں کہ لوگوں کو مسلمان بناؤ تم پر (ذمہ داری) صرف پہنچا دینا ہے ولیکن اللہ جس کو راہ پر لانا چاہتا ہے اس کو اسلام میں داخل فرماتا ہے اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اس کا ثواب تمہاری ہی جانوں کے واسطے ہے سو جو مال خرچ کرو اللہ کی خوشی چاہنے کو کرو۔ کسی قسم دنیا کی غرض سے نہ کرو اور جو مال تم خرچ کرو گے اس کا بدلہ پورا تم کو ملے گا اس میں کچھ کمی نہ کی جائے گی - (جلالین)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمان صحابہ اپنے مشرک رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا ناپسند کرتے تھے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا اور یہ آیت اتری اور رخصت دی فرماتے ہیں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ صدقہ صرف مسلمانوں کو دیا جائے جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا ہر سائل کو دو گو وہ کسی مذہب کا ہو (ابن ابی حاتم) ★ میاں فرمایا تم جو نیکی کرو گے اپنے لئے ہی کرو گے ★ حسن بصریؒ فرماتے ہیں ایماندار کا ہر خرچ اللہ ہی کے لئے ہوتا ہے گو وہ خود کھائے پئے۔ عطا خراسانیؒ اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جب تم نے مرضی مولیٰ اور رضائے رب کے لئے دیا ہے تو لینے والا خواہ کوئی ہو اور کیسے ہی اعمال کا کرنے والا ہو یہ مطلب بھی بہت اچھا ہے حاصل یہ ہے کہ نیک نیتی سے دینے والے کا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گیا اب خواہ وہ کسی نیک کے ہاتھ لگے یا بد کے۔ مستحق کے یا غیر مستحق کے اسے اپنے مقصد اور نیک نیتی کا ثواب مل گیا جب کہ اس نے دیکھ بھال کر لی پھر غلطی ہوئی تو ثواب ضائع نہیں جاتا اسی لئے آیت کے آخر میں بدلہ ملنے کی بشارت دی گئی (ابن کثیر)

یہ خیرات کی بابت جو تقاضا تھا جس طرح پہلی آیتوں میں خیرات دینے کے قابل چیزوں کا بیان تھا اس میں ان لوگوں کا بیان ہے جن کو خیرات دینی چاہیے * تم ہر ایک محتاج کو دو * یہ ہدایت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے نصیب کرتا ہے * تم خالص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے دیتے ہو اب جو کچھ دو گے پاؤ گے ان کو کیا دیتے ہو اپنے ہی بھلے کے لئے ہو جب اللہ تم کو واپس دے گا کچھ نہ گھٹے گا (مولانا تفسیر حقانی)

آپ بشیر و نذیر و داعی بنا کر بھیجے گئے ہیں آپ کا فرض دعوت پر تمام ہو جاتا ہے اس سے زیادہ وہ آپ کے ذمہ نہیں۔ قبول اسلام مسلمانوں کی یہود سے رشتہ داریاں تھیں اس وجہ سے وہ ان کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے مسلمان ہو جانے کے بعد انہیں یہود کے ساتھ سلوک کرنا ناگوار ہونے لگا اور انہوں نے اس لئے ہاتھ روکنا چاہا کہ ان کے اس طرز عمل سے یہود اسلام کی طرف مائل ہوں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۲۷۳ - صدقات مذکورہ (جو پہلے کی آیت میں) ذکر ہوئے ان کا بہترین مصرف وہ فقراء ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو جہاد و طاعت الٰہی پر روکا۔ یہ آیت اہل صفہ کے حق میں نازل ہوئی ان حضرات کی تعداد چار سو کے قریب تھی یہ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے نہ یہاں ان کا مکان تھا نہ قبیلہ و کنبہ نہ ان حضرات نے شادی کی تھی ان کے تمام اوقات عبادت میں صرف ہوتے تھے رات میں قرآن کریم سیکھنا دن میں جہاد کے کام میں رہنا آیت میں ان کے اوصاف کا بیان ہے۔ (تفسیر صدر الافاضل برحاشیہ کنز الایمان)

اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا (گیا) کہ جس طرح دینے والوں کو چاہیے ڈھونڈ ڈھونڈ کر دیں اسی طرح لینے والوں کو چاہیے سوال کرکے اپنی خودداری و عفت کو تاراج نہ کریں ان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ بے نیاز رہیں لوگوں کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ ان کی مدد کریں (ترجمان)

فوائد: کافر اہل قرابت کے ساتھ سلوک کرنا ضروری ہے کیونکہ رشتہ منقطع نہیں ہوتا رشتہ سے مراد نسبی رشتہ ہے * ذمی کو دیگر صدقہ (نفلی) دینا جائز ہے * زندگی میں شخص کی غرض یہ ہے کہ بہترین زندگی ملے تو رب تعالیٰ کے لئے وقف ہو جائے * خاص ضرورت کے وقت کتنا مال کسی کو ساتھ ہی احسان کرنا بہتر ہے * پیشہ ور بھکاریوں کے مقابلہ میں پیچھے فقیروں کو دینا چاہیے۔ مسلمان اپنے مشرک رشتہ داروں کی مدد کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ وہ (مشرک اقارب) مسلمان ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ ہدایت کے راستے پر لگا دینا صرف اللہ کے اختیار میں ہے تم اللہ کی رضا میں جو کچھ خرچ کرو اس کا پورا اجر ملے گا * غیر مسلم اقارب کے ساتھ حسن سلوک بھی باعث اجر ہے تاہم زکوٰۃ صرف مسلمانوں کا حق ہے یہ کسی غیر مسلم کو نہیں دی جا سکتی * یہاں مہاجرین مراد ہیں جو فقر و غربت کے باوجود سوال کرنے سے بچتے ہیں (فتح القدیر) گویا کہ ان کی صفت عفت بیان کی گئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مسکین وہ ہے جو سوال کرنے سے بچتا ہے * پیشہ ور گداگروں کی بجائے مہاجرین، دین کے طلباء، علماء کرام اور سفید پوش ضرورت مندوں کا پتہ چلا کر ان کی امداد کرنی چاہیے جو سوال کرنے سے گریز کرتے ہیں

۲/۲۷۴ تا ۲۷۶

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا
لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ
الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ
اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَمْحَقُ اللّٰهُ
الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ جو لوگ اپنا مال رات

اور دن (اور) پوشیدہ و آشکارا خرچ کرتے رہتے ہیں سو ان لوگوں کے لئے ان کے پروردگار کے پاس اجر ہے نہ ان کے لئے کوئی خوف (واقع) ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے * جو لوگ سود کھاتے رہتے ہیں وہ لوگ نہ کھڑے ہو سکیں گے سوا اس کے کہ جیسے وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے جنون سے خبطی بنا دیا ہو یہ (سزا) اس لئے ہوئی کہ وہ کہتے ہیں کہ بیع بھی تو سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے پھر جس کسی کو نصیحت اس کے پروردگار کی طرف سے پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ پہلے ہو چکا وہ اس کا ہو چکا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے رہا اور پھر جو کوئی عود کرے تو یہی لوگ دوزخ والے ہیں اس میں وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ پسند نہیں کرتا کسی کفر کرنے والے گناہ گار کو (۲/۲۷۴ تا ۲۷۶)

۲۷۴۔ ان لوگوں کی تعریف ہو رہی ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق خرچ کرتے رہتے ہیں انہیں اجر ملے گا اور ہر خوف سے امن پائیں گے۔ بال بچوں کے کھلانے پر بھی انہیں ثواب ملے گا جیسے صحیحین کی حدیث میں ہے کہ فتح مکہ والے سال جب کہ آپ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کو گئے تو فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع والے سال فرمایا تو جو کچھ اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لئے خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تیرے درجات بڑھائے گا یہاں تک کہ تو اپنی بیوی کو کھلائے اس کے بدلے بھی۔ مسند میں ہے کہ مسلمان طلب ثواب کی نیت سے اپنے بال بچوں پر بھی جو خرچ کرتا ہے وہ صدقہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس آیت کا شان نزول مسلمان مجاہدین کا وہ خرچ ہے جو وہ اپنے گھوڑوں پر کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی روایت ہے۔ حضرت جبیر فرماتے ہیں حضرت علیؓ کے پاس چار درہم تھے جن میں سے ایک راہ للہ رات کو دیا ایک دن کو ایک پوشیدہ ایک ظاہر تو یہ آیت اتری۔ مطلب صحیح یہی ہے جو مال ان لوگوں نے خرچ کیا اس کا بدلہ قیامت کے دن اپنے پروردگار کے پاس پائیں گے نڈر اور بے غم یہ لوگ ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

۲۷۵ - یاکلون الربوا - محاورہ میں اس سے مراد سود لینا ہے خواہ وہ کسی مصرف میں بھی لایا جائے محض کھانا مراد نہیں (قرطبی و کبیر) ربوا کے لغوی معنٰی ہیں زیادتی اور اضافہ کے ہیں خواہ مقدار میں یا اضافہ کے - (مفردات غریب القرآن) اصطلاح شریعت میں ربوا کہتے ہیں اصل قرضہ پر زیادتی کو یا بلا معاوضہ مال پر زیادتی کو خواہ تھوڑی ہو یا بہت ہی (الفتاوی، روح المعانی، مدارک)

اس آیت میں سود کی حرمت اور سود خوروں کی شامت کا بیان ہے سود کو حرام کرنے میں بہت سی حکمتیں ہیں * سود میں جو زیادتی لی جاتی ہے وہ معاوضہ مالیہ میں ایک مقدار مال کا بغیر عوض و بدل کے لینا ہے جو صریح ناانصافی ہے * سود کا رواج تجارتوں کو خراب کرتا ہے * سود خوار کو بے محنت مال کا حاصل ہونا تجارت کی مشقتوں اور خطروں سے کہیں زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے اور تجارتوں کی کمی انسانی معاشرت کو نقصان پہنچاتی ہے * سود سے باہمی مودت کے سلوک کو نقصان ہوتا ہے * سود سے انسان کی طبیعت میں درندوں سے زیادہ بے رحمی پیدا ہو جاتی ہے * مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود خوار اور اس کے کارپرداز اور سودی دستاویز کے کاتب اور اس کے گواہوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا وہ سب گناہ میں برابر ہیں (بحوالہ حاشیہ کنزالایمان)

عموماً استعمال کرتے تھے جو قرض خواہ اپنے قرض دار سے مہلت کے معاوضہ میں وصول کرتا تھا اور یہی اس کا ترجمہ سود ہے اور سود کا مفہوم ہر ایک سمجھتا ہے * یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو شروع سے حرمت ربوا کے منکر ہیں * آخرت میں اپنی قبروں سے اٹھنے پر یہ سود خوار سیدھے کھڑے تک نہ ہو سکیں گے کھڑے ہوتے تو گر پڑتے، خبطیوں دیوانوں کی طرح گرتے پڑتے لڑکھڑاتے ہوئے چلیں - اس کا ایک ہلکا سا نقشہ اسی دنیا میں بھی نظر آ جاتا ہے مہاجن ساہوکار جو روپیہ کے پیچھے دیوانہ اور پاگل رہتا ہے واقعی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کو جن یا بھوت لپیٹ گیا ہے اور اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے اس پر سود کا بھوت سوار رہتا ہے جس کی حرص و طمع کی بیماری دنیا میں آتی برکھی ہوئی ہوتی ہے لازم ہے کہ اس کا حشر بھی اسی مخبوط خوف زدہ حالت کے ساتھ ہو - (ماجدی)

۲۷۶ - سود کا طریقہ سرمایہ داروں کی آمدنی کو گھٹاتا اور بڑھاتا ہے اسلام کا رخ اس کے خلاف ہے وہ دولت کو پھیلانا چاہتا ہے چنانچہ یمحق اللہ الربوا و یربی الصدقٰت فرما کر سود کی مخالفت کی علت ظاہر کر دی دین حق کا مقصد یہ ہے کہ سود کو مٹا کے خیرات کے جذبے کو ترقی دے اگر خیرات کا جذبہ پوری طرح ترقی کر جائے تو سوسائٹی کا کوئی فرد محتاج و مفلس ہو ہی نہیں سکتا - (ترجمان القرآن)

خلاصہ: اللہ کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لئے اسی کی راہ میں رات دن مخفی اور علانیہ مال خرچ کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس بہترین اجر ہے اور وہ بے خوف و بے غم ہوں گے * سود خوار خبطیوں کی طرح سیدھا کھڑا بھی نہ ہو سکے گا اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کر دیا ہے * حرمت نازل ہونے سے پہلے کے عمل کا مواخذہ نہیں * اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ و خیرات کو بڑھاتا ہے اللہ تعالیٰ ناشکر گزار اور گنہگار سے محبت نہیں کرتا -

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا
فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ
لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ۝ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَ
أَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ
إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ جو لوگ ایمان لائے
اور عمل نیک کئے اور قائم رکھی نماز اور دی زکوٰۃ ان کو ہے بدلہ ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ ان کو
خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے * اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو رہ گیا سود اگر
تم کو یقین ہے * پھر اگر نہیں کرتے تو خبردار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اگر
توبہ کرلی ہو تو تم کو پہنچتے ہیں اصل مال تمہارے نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر * اور اگر
ایک شخص ہے تنگی والا تو فرصت دینی چاہیے جب تک کشائش پاوے اور اگر خیرات کردو تو تمہارا بھلا
ہے اگر تم کو سمجھ ہو * اور ڈرتے رہو اس دن سے جس میں لوٹائے جاؤ گے اللہ کے پاس (یعنی اللہ کی طرف لوٹنا ہے)
پھر پورا ملے گا ہر شخص کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ۔ (۲/۲۷۷ تا ۲۸۱)

۲۷۷ ۔ ان بندوں کی تعریف ہو رہی ہے جو اپنے رب کے احکام کی بجا آوری کریں مخلوق کے ساتھ حسن
سلوک و احسان کریں نمازیں قائم کریں زکوٰۃ دیتے رہیں (وہ) قیامت کے دن تمام دکھ درد سے امن میں
رہیں گے کوئی کھٹکا بھی ان کے دل پر نہ گزرے گا بلکہ رب العالمین اپنے انعام و اکرام سے انہیں سرفراز فرماتا ہے (ابن کثیر)

نماز اور زکوٰۃ دو طاعتوں کا بطور خاص ذکر ہے یہاں مراد ساری ہی بدنی و مالی طاعتیں ہیں (قرطبی)

۲۷۸ ۔ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور نماز ٹھیک طرح سے پڑھتے رہے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے ان کا
عوض ان کو ان کے رب کی طرف سے ملنے والا ہے ۔ اور ان پر کچھ خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو اس کو جو باقی رہا سود کا اگر تم اپنے ایمان میں سچے ہو
اس لئے کہ مومن کا کام حکم الٰہی کو ماننا ہے ۔ یہ آیت اس لئے نازل ہوئی کہ بعض لوگوں کا سود کسی شخص پر (جلالین)
ممانعت سے پہلے کا باقی تھا وہ اس کو لینا چاہتے تھے حق تعالیٰ نے اس کی بھی ممانعت فرما دی کہ پہلا سود بھی نہ لو

ایمان کا مقتضیٰ سارے ہی احکام قرآنی پر عمل کرنا ہے * شریعت کے کسی ایک جزو سے بھی انکار ساری
شریعت سے انکار کرنا ہے (کبیر) خوف خدا ہی اصل ہے تمام نیکیوں کی اور گناہوں سے اجتناب کی *
"حرمت سود کے نزول حکم سے قبل جو رقم سود کی تم ٹھہرا چکے ہو اس کا وصول کرنا اب جائز نہیں اسے چھوڑ دو"۔

۲۷۹ - اور جو تم باز نہیں آتے تو تم کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑائی کے لئے خبردار کیا جاتا ہے
"تم سے بھی باغیوں اور مرتدوں کی طرح جہاد کیا جائے گا" (کبیر روح المعانی جصاص) باوجود ممانعت شدید
اور تاکید مزید کے پھر سود لینا اور غریب کا دل دکھانا اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرنا ہے ہاں
اگر تم اس فعل بد سے توبہ کرتے ہو تو تم کو تمہارا اصل مال پہنچتا ہے نہ سود لے کر تم کسی پر ظلم کرو نہ اصل
مال میں کمی کر کے تم پر ظلم کیا جاوے۔ (تفسیر حقانی)

یہ وعید و تہدید بہت (شدید) ہے کس کی مجال کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا تصور بھی کرے چنانچہ ان لوگوں نے
اپنے سود کا مطالبہ چھوڑا اور یہ عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی ہمیں کیا تاب اور تائب ہوئے (کنز الایمان)
یہاں شریعت اسلامی کی ایک عملی حقیقت بیان کر دی ہے کہ تم نہ کسی پر زیادتی کرو اور نہ کوئی تم پر زیادتی کرے
"ظالم بننے کی صورت یہ ہے کہ جو تم قرض دو اور وصول کرتے وقت اصل سے زائد وصول کر لو یعنی سود لینا اور مظلوم
بننے کی صورت یہ ہے کہ جتنی رقم قرض لی تھی ادا کرنا اس سے زائد کا پڑ رہا ہے یعنی سود دینا" (کبیر)

۲۸۰ - اور اگر مقروض تنگدست ہو تو مہلت دو اسے خوشحال ہونے تک اور بخش دینا اسے (قرض) بہت بہتر ہے تمہارے
لئے اگر تم جانتے ہو۔ مکارم اخلاق کا اظہار اور درس ہے جو قوم ایسے ضابطہ اخلاق کی پابند ہو اس کے غریب و
امیر افراد میں حسد و فساد کی آگ نہیں بھڑک سکتی اور یہ خونی انقلاب اور نہیں ہو سکتے جس سے آج دنیا پریشان ہے (ضیاء القرآن)

۲۸۱ - اس دن یا اس وقت سے ڈرو جس میں تم رب کے حکم یا حفاظت کی طرف لوٹائے جاؤ گے * اللہ کے
رحم و کرم کے سوا کوئی ذریعہ دنیوی نہیں چھڑائے گا * اتقوا کا مطلب یہ نہیں کہ صرف دل میں خوف رکھو بلکہ
عملی خوف مراد ہے * ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا خیر کا خیر شر کا شر۔ ان لوگوں پر
کوئی ظلم نہ کیا جائے گا * کسب پر اختیاری فعل کو کہتے ہیں * کل نفس سے ہر عاقل بالغ انسان مراد ہے (نجم التفسیر نعیمی)

خلاصہ: اہل ایمان اعمال صالحہ کریں نماز قائم کریں زکوٰۃ ادا کریں ان کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے
مزید ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ غم و الم ہے * اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی وعید اس قدر
سخت اور شدید ہے کہ کسی گناہ کے ارتکاب پر نہیں دی گئی سود نہ چھوڑنے والوں کو دی گئی۔ حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اسلامی مملکت میں جو شخص سود چھوڑنے پر تیار نہ ہو تو خلیفہ
وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سے توبہ کرائے اور باز نہ آنے کی صورت میں اس کی گردن اڑا دے
(ابن کثیر) * سود در سود کا کیا سوال ہے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کوئی تنگدست ہو تو (سود لینا تو درکنار
اصل مال لینے میں بھی) آسانی تک اسے مہلت دے اور اگر قرض بالکل ہی معاف کر دو تو زیادہ بہتر ہے *
منقول آتا ہے کہ یہ سورہ بقرہ کی ۲۸۱ ویں آیت قرآن کریم کی آخری آیت ہے جو نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس کے چند دن بعد ہی آپ دنیا سے رحلت فرما گئے۔ (ابن کثیر)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَٱكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ
كَاتِبٌۢ بِٱلْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ ٱللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ
ٱلَّذِى عَلَيْهِ ٱلْحَقُّ وَلْيَتَّقِ ٱللَّهَ رَبَّهُۥ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۚ فَإِن كَانَ ٱلَّذِى
عَلَيْهِ ٱلْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُۥ
بِٱلْعَدْلِ ۚ وَٱسْتَشْهِدُوا۟ شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ
وَٱمْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ ٱلشُّهَدَآءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَىٰهُمَا فَتُذَكِّرَ
إِحْدَىٰهُمَا ٱلْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ ٱلشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُوا۟ ۚ وَلَا تَسْـَٔمُوٓا۟ أَن
تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰٓ أَجَلِهِۦ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ ٱللَّهِ وَأَقْوَمُ
لِلشَّهَٰدَةِ وَأَدْنَىٰٓ أَلَّا تَرْتَابُوٓا۟ ۖ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا
بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا ۗ وَأَشْهِدُوٓا۟ إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ
وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَإِن تَفْعَلُوا۟ فَإِنَّهُۥ فُسُوقٌۢ بِكُمْ ۗ وَٱتَّقُوا۟
ٱللَّهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱللَّهُ ۗ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ۝ اے ایمان والو جب تم
ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو اور چاہیے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک
ٹھیک لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ دینا چاہیے اور جس
بات پر حق آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے پھر
جس پر حق آتا ہے اگر بے عقل یا ناتوان ہو یا لکھا نہ سکے تو اس کا ولی انصاف سے لکھائے اور دو گواہ کرلو
اپنے مردوں میں سے پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو کہ کہیں
ان میں ایک عورت بھولے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے اور گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے انکار
نہ کریں اور اسے بھاری نہ جانو کہ دین چھوٹا ہو یا بڑا اس کی میعاد تک لکھت کرلو یہ اللہ کے نزدیک
زیادہ انصاف کی بات ہے اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تمہیں شبہ نہ پڑے
مگر یہ کہ کوئی سردست کا سودا دست بدست ہو تو اس کے نہ لکھنے کا تم پر گناہ نہیں اور جب
خرید و فروخت کرو تو گواہ کرلو اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے نہ گواہ کو (یا نہ لکھنے والا
ضرر دے نہ گواہ) اور جو تم ایسا کرو تو یہ تمہارا فسق ہوگا اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں
سکھاتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (۲/۲۸۲)

یہ آیت قرآن مجید کی تمام آیتوں سے بڑی (طویل) ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؓ فرماتے ہیں
کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ قرآن کی سب سے (بڑی) آیت یہی آیت دین ہے۔ (ابن کثیر)

دین کا لفظ بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے عربی میں یہ عین کے مقابلہ میں ہے اس کا اطلاق ہر اس معاملہ پر ہوتا ہے جس کے معاوضہ کا ایک جزو فی الحضور ادا نہ ہو (ابن عربی - قرطبی)

جب سود (انعام) کی سختی سے ممانعت اور صدقات و خیرات کی تاکید بیان کی گئی تو پھر ایسے معاشرے میں دین (قرض - ادھار) کی بہت ضرورت پڑتی ہے کیونکہ سود تو ویسے ہی حرام ہے اور ہر شخص صدقہ و خیرات کی استطاعت نہیں رکھتا - اسی طرح ہر شخص صدقہ لینا پسند بھی نہیں کرتا - پھر اپنی حاجات و ضروریات پورا کرنے کے لئے قرض ہی باقی رہ جاتا ہے - اسی لئے احادیث میں قرض دینے کا بڑا ثواب بیان کیا گیا ہے * آیۃ الدین میں اللہ تعالیٰ نے قرض کے سلسلہ میں متعدد ہدایات دی ہیں تاکہ یہ ناگزیر ضرورت کبھی جھگڑے کا باعث نہ بنے - اس کے لئے ایک حکم یہ دیا گیا کہ مدت کا تعین کرلو دوسرا یہ کہ اسے لکھ لو تیسرا یہ کہ اس پر دو مسلمان مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا لو - * مقروض اللہ سے ڈرتا ہوا رقم کی صحیح تعداد لکھوائے اس میں کمی نہ کرے * مقروض اگر کم عقل، کمزور، بچہ یا مجنون ہے تو اس کے ولی کو چاہیئے کہ انصاف کے ساتھ لکھوائے تاکہ صاحب حق یعنی قرض دینے والے کو نقصان نہ ہو * یہ لکھنے کے فوائد ہیں کہ اس سے انصاف کے تقاضے پورے ہوں گے - (روح المعانی)

فاکتبوہ - یعنی مقدار قرضہ کو بھی اور مدت ادائیگی دونوں کو لکھ لو * یہ کتابت دستاویز کا حکم جمہور فقہا کے نزدیک استحبابی ہے لیکن ایک معتدبہ جماعت نے اسے وجوب کے معنی میں لیا ہے (المنار) کاتب کو تمدن اور شرائط تحریر کا عالم ہونا چاہیئے اور فریقین پر لازم ہے کہ ایسے ہی کاتب کی تلاش کریں (مدارک) کاتب کے لکھنے سے انکار کی صریح ممانعت ہے (قرطبی) دستاویز کا ماحصل کسی حق کا اپنی طرف اقرار کرنا ہے * جو حق جس طرح اور جتنا اس پر واجب ہے کاتب دستاویز کو بتائے * خوف خدا کی - دستاویز لکھاتے وقت تاکید * ضعیف: نابالغ اور پیر فرتوت سب اس میں آجاتے ہیں (کبیر) ولی سے مراد ولی شرعی ہے یا وکیل یا مختار * شہادت و شہادت کے لئے زور دیا گیا ہے (ابن کثیر) * کوئی فریق اپنی مصلحت کی خاطر کاتب یا گواہ کو مشقت میں نہ ڈالے * (تفسیر ماجدی)

خلاصہ: یہ قرآن کریم کی طویل ترین آیت ہے * جب ادھار کا لین دین کرو تو ضرور لکھ لیا کرو * حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تحریر نہیں کرتا اور اس کا حق ضائع ہو جائے تو اسے کوئی اجر نہ ملے گا * جو شخص تحریر کا فرض انجام دے رہا ہے اسے چاہیئے کہ ابہام اور مغالطے سے مبرا تحریر لکھے * اگر وثیقہ نویس کوئی دوسرا موجود نہ ہو تو پھر لکھنے سے انکار نہ کرے * وثیقہ نویس کو شرائط (وثیقہ) کا پورا علم ہونا چاہیئے * تحریر کے ساتھ گواہ مقرر کرنے کا بھی حکم تاکہ کسی بھی وقت اختلاف نہ ہو * فریقین سے کوئی کاتب کو غلط لکھنے اور جھوٹی (گواہی) دینے پر مجبور نہ کرے * اور وہ بروقت حاضر ہو کر حق ضائع نہ کرے یا کاتب غلط لکھ کر اور جھوٹی گواہی دے کر کسی کو ضرر نہ پہنچائے اور حق تلفی نہ کرے -

وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ ۖ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم
بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ
وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ لِّلَّهِ مَا فِي
السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم
بِهِ اللَّهُ ۖ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی کاتب نہ ملے تو ایسی صورت میں ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز گرو رکھ کر اس کا قبضہ دے دیا جائے پھر اگر ایسا ہو کہ تم میں سے ایک آدمی دوسرے کا اعتبار کرے تو جس کا اعتبار کیا گیا ہے وہ امانت واپس کر دے اور اپنے پروردگار سے بے خوف نہ ہو اور ایسا نہ کرو کہ گواہی چھپاؤ جو کوئی گواہی چھپائے گا وہ اپنے دل میں گنہگار ہوگا اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ کے علم سے پوشیدہ نہیں ★ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے تو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اسے ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو، ہر حال میں اللہ جاننے والا ہے وہ تم سے ضرور اس کا حساب لے گا اور پھر اس کے بعد وہ جسے چاہے بخش دے جسے چاہے عذاب دے وہ ہر بات پر قادر ہے (۲/۲۸۳ و ۲۸۴)

۲۸۳ - یعنی اگر سفر میں ادھار سدھار کا لین دین ہو اور کوئی لکھنے والا نہ ملے یا ملے مگر قلم دوات یا کاغذ نہ ہو تو رہن رکھ لیا کرو اور جس چیز کو رہن رکھنا ہو اسے حقدار کے قبضہ میں دے دو۔ مقبوضۃ کے لفظ سے استدلال کیا گیا ہے کہ رہن جب تک قبضہ میں نہ آ جائے لازم نہیں ہوتا۔ جیسے کہ امام شافعی اور جمہور کا مذہب ہے اور دوسری جماعت نے استدلال کیا ہے کہ رہن کا مرتہن کے ہاتھ میں مقبوض ہونا ضروری ہے۔ امام احمد اور ایک دوسری جماعت سے یہی منقول ہے۔ ایک اور جماعت کا قول ہے کہ رہن صرف سفر میں مشروع ہے۔ (ابن کثیر)

جمہور محققین کہتے ہیں کہ یہ قید (اگر تم سفر میں ہو اور کوئی کاتب نہ ملے تب کوئی چیز رہن کر دو) اکثر وقوع کے بیان کرنے کے لیے ہے کیونکہ سفر میں اکثر ایسا ہوتا ہے۔ مگر اس سے یہ غرض نہیں کہ وطن یا باوجود کاتب ہونے کے رہن نہ کرو۔ خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ کو کسی قدر جو کے عوض رہن کیا تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے ★ جیسے کہ کبھی اس طرح کی بیع ہوتی ہے کہ مشتری سے نقد روپیہ لیا جاتا ہے مگر حقیقت واقعی سمجھ کر تمسک لکھوایا جاتا ہے کہ کوئی شے زرثمن کے عوض میں رہن رکھی جاتی ہے گویا اس مشتری کو رہن تصور کیا جاتا ہے۔ اس امر میں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر کوئی کسی کو امین سمجھے تو اس کو لازم ہے کہ اس پر جو کچھ آتا ہے اللہ سے ڈر کر حسب وعدہ دے دے انکار نہ کرے اور نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو چیز کسی کے پاس رہن آتی ہے وہ مرتہن کے پاس رہن رکھنے والے کی امانت ہے اس کو واپس دے جب کہ قرضہ ادا کر دیا جائے (تفسیر حقانی)

سمجھے گا۔ گناہ تو قلب ہی کا گناہ ہے چنانچہ کفر جو سارے گناہوں سے بڑھ کر کبیرہ ہے قلب ہی کا گناہ ہے۔ اس لئے امر اسلوب بیان نے خود ظاہر کر دیا کہ کتمان شہادت شدید ترین گناہ ہے (مدارک و روح المعانی)" اور گواہی کو مت چھپاؤ اور ادائے شہادت کے وقت سے ادائے شہادت کا حکم عام ہے۔ تمام معاملات قانونی کے وقت مثلاً نکاح، مہر، وصیت وغیرہ صرف معاملات ہی کے ساتھ مخصوص نہیں اور شہادت چھپانے کی تمام صورتیں اس ممانعت کے اندر آجاتی ہیں اور یہ کتمان خواہ جزئی ہو یا کلی ہر صورت معصیت ہے۔ شریعت کی نگاہ میں اخفائے شہادت اور جھوٹی شہادت دونوں سخت ترین جرم ہیں۔ اور شہادت اللہ کیلئے (مائدہ)

۲۸۴ ۔ "اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ" انسان کے دل میں دو طرح کے خیالات آتے ہیں ایک بطور وسوسہ کے ان سے دل کا خالی کرنا انسان کی مقدرت میں نہیں لیکن وہ ان کو برا جانتا ہے اور عمل میں لانے کا ارادہ نہیں کرتا ان کو حدیث نفس اور وسوسہ کہتے ہیں اس پر مواخذہ نہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے دلوں میں جو وسوسے گزرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے تجاوز فرماتا ہے جب تک کہ وہ انہیں عمل میں نہ لائیں یا ان کے ساتھ کلام نہ کریں یہ وسوسے اس آیت میں داخل نہیں دوسرے وہ خیالات جن کو انسان اپنے دل میں جگہ دیتا ہے اور ان کو عمل میں لانے کا قصد و ارادہ کرتا ہے ان پر مواخذہ ہوگا اور انہیں کا بیان اس آیت میں ہے (حاشیہ کنز الایمان)

فوائد: شرط کی نفی سے حکم کی نفی لازم نہیں * رہن کے لئے کاتب نہ ملنے کی شرط نہیں گواہ و کاتب ملتے ہوئے بھی رہن رکھنا جائز ہے * رہن میں مرہون چیز پر قرض خواہ کا قبضہ ضروری ہے کہ اس کے بغیر رہن مکمل نہ ہوگا * قرض کی تحریر گواہ رہن وغیرہ تمام چیزیں مستحب ہیں * حقوق کا چھپانا حرام * گواہی چھپانا گناہ کبیرہ ہے * مال برباد کرنا حرام * مسلمانوں میں اتفاق اور اعتماد رہنا ضروری ہے * ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے * حساب و حشر حق ہے * گناہ کبیرہ پر مغفرت اور گناہ صغیرہ پر عذاب ہو سکتا ہے (کبیرہ سے کفر کے سوا دیگر گناہ مراد ہیں) * حساب و کتاب ہمارے اظہار پر موقوف نہیں (بحوالہ اشرف التفاسیر)

خلاصہ: سفر میں قرض کی ضرورت پڑ جائے اور لکھنے والا یا قلم کاغذ نہ ملے تو متبادل صورت کوئی چیز قرض دینے والے کے پاس رہن رکھ دی جائے۔ رہن کی مشروعیت اور اس کا جواز۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی تھی (صحیحین)۔ مرہونہ شے کے نفع کا حقدار مالک ہوگا قرض دینے والا نہیں۔ اعتماد کی بنیاد پر بغیر رہن رکھے بھی قرض دیا جا سکتا ہے۔ گواہی چھپانا گناہ کبیرہ ہے۔ گواہی طلب کرنے سے پہلے خود گواہی کے لئے پیش ہو جانا بہتر ہے * صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دل میں پیدا ہونے والے خیالات اور وسوسوں پر ہمارا اختیار نہیں لیکن اس پر بھی محاسبہ کا اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی الحال تم سمعنا و اطعنا ہی کہو۔ صحابہ کے جذبہ سمع و طاعت پر اللہ تعالیٰ نے اسے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا) سے منسوخ فرما دیا (ابن کثیر و فتح القدیر)

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۝ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۫ وَاغْفِرْ لَنَا ۫ وَارْحَمْنَا ۫ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ۝ ع

جو کچھ رسول پر اس کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس پر رسول اور ایمان والے یقین لے آئے ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آیا کہ ہم کسی ایک رسول میں بھی فرق نہیں کرتے اور کہہ دیا کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا تیری ہی مغفرت چاہتے ہیں۔ اللہ بھی کسی کو اس کی گنجائش سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جس نے اچھے کام کئے تو اپنے لئے اور جس نے برے کام کئے تو اپنے لئے (اس کا وبال بھی اسی پر ہے) اے ہمارے رب اگر ہم بھول چوک جائیں تو ہم کو نہ پکڑنا اے ہمارے رب اور ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا کہ ہم سے پہلوں پر ڈال دیا تھا اے ہمارے رب اور ہم پر ایسا بار گراں نہ رکھ جس کی ہم کو طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہم کو بخش دے اور ہم پر مہربانی کر تو ہمارا کارساز ہے پس ہم کو کافروں پر فتح یاب (بھی) کر (۲/۲۸۵ اور ۲۸۶)

ان دونوں آیتوں کی فضیلت صحیح بخاری کی حدیث میں یوں آیا ہے "جو شخص ان دونوں آیتوں کو رات کو پڑھ لے اسے یہ دونوں کافی ہیں" مسند احمد میں ہے کہ "سورہ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں عرش تلے کے خزانہ سے دیا گیا ہوں مجھ سے پہلے کسی نبی کو یہ نہیں دیا گیا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ معراج شریف کے وقت سدرۃ المنتہیٰ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں دی گئیں۔ پانچوں وقت کی نمازیں۔ سورہ بقرہ کی آیتیں اور اہل توحید کے تمام گناہوں کی بخشش * ابن مردویہ میں ہے کہ حضور سورہ بقرہ کا خاتمہ اور آیت الکرسی پڑھتے تو ہنس دیتے اور فرماتے یہ دونوں رحمٰن کے عرش تلے کا خزانہ ہیں (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

۲۸۵ - محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مسلمانوں نے سچا سمجھا قرآن کو جو ان پر ان کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے سب ایمان لائے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور پیغمبروں پر در آں حالیکہ کہتے ہیں کہ ہم کسی پیغمبر میں فرق نہیں کرتے کہ بعض پر ایمان لائیں اور بعض کا انکار کریں جیسا یہود و نصاریٰ نے کیا اور کہتے ہیں ہم نے سنا جو تو نے ہم کو حکم دیا حق سے مان کر اور ہم تیرے فرمانبردار ہیں اے ہمارے پروردگار، ہم تجھ سے تیری بخشش چاہتے ہیں اور ہم کو مرنے کے بعد تیری طرف لوٹنا ہے (بحوالہ تفسیر جلالین)

اللہ اور بندوں میں نسبت سے وسائط ہیں۔ رسولوں میں اور اللہ میں واسطہ فرشتہ ہے پھر آدمیوں کے لئے واسطہ رسول ہیں
ملائکہ پر تو عالم ملکوت مخفی نہیں ہے ان کو بجز یقین کرنے کے چارہ نہیں مگر انسانوں سے بچشم ظاہر مخفی ہے اس لئے ان کا ایمان
لانا زیادہ تر ضروری ہے* سب سے پیشتر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں مختلف اوقات میں اس عالم کا مشاہدہ
کروا دیا اور سب کچھ دکھا دیا اس لئے فرمایا ہے امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ اس کے بعد والمومنون کا ذکر کیا
مجموعہ کو جمع کرکے کل آمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ میں علی الترتیب ذکر فرمایا۔ (بحوالہ تفسیر حقانی)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین نے اس تمام کی تصدیق فرمائی اور قرآن اور اس کے جملہ شرائع و احکام
کے منزل من اللہ ہونے کی تصدیق کی۔ یہ اصول و ضروریات ایمان کے چار مرتبے ہیں۔ (۱) اللہ پر ایمان لانا یہ
اس طرح کہ اعتقاد و تصدیق کرے کہ اللہ واحد احد ہے اس کا کوئی شریک و نظیر نہیں اس کے تمام اسمائے حسنیٰ و
صفات علیا پر ایمان لائے اور یقین کرے اور جانے کہ وہ علیم اور ہر شے پر قدیر ہے اور اس کے علم و قدرت
سے کوئی چیز باہر نہیں (۲) ملائکہ پر ایمان لانا کہ وہ موجود و معصوم و پاک ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اور اس کے
رسولوں کے درمیان احکام و پیام کے وسائط ہیں (۳) اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا اس طرح کہ اللہ تعالیٰ
نے جو کتابیں نازل فرمائیں اپنے رسولوں کے پاس بطریق وحی بھیجیں بے شک و شبہ سب حق و صدق
اللہ کی طرف سے ہیں اور قرآن کریم تغیر تبدیل تحریف سے محفوظ اور محکم و متشابہ پر مشتمل ہے۔ (۴) رسولوں
پر ایمان لانا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جنہیں اس نے اپنے بندوں کی طرف بھیجا اس کی وحی کے امین ہیں گناہوں
سے پاک و معصوم ہیں ساری خلق سے افضل ہیں ان میں بعض حضرات بعض سے افضل ہیں (کنز الایمان)
۲۸۶۔ اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ کام کی تکلیف نہیں دیتا اس لئے کسی ناممکن چیزوں کا مکلف نہیں کیا
ہر شخص کی نیکیاں اس کے لئے ہیں اور ہر شخص اپنے گناہوں کا خود ذمہ دار ہے۔ (دعا یوں کیا کرو) اے مولیٰ اگر ہم
سے بھول چوک ہو جائے تو ہماری پکڑ نہ فرما اور ہمیں عذاب نہ دے اگر ہم نیکی کو بے سمجھے چھوڑ بیٹھیں یا بدی
کو اچھی سمجھ کر کر بیٹھیں تو ہم پر ناراض نہ ہو اور اے مولیٰ ہم پر سخت احکام مثل روزوں اور توبہ وغیرہ کے ایسے
بوجھ نہ ڈال جیسے ہم سے پہلی امتوں پر ڈالے گئے ہم کمزور ہیں تو قوی اور قادر و مختار ہے۔ (تفسیر نعیمی)
خلاصہ: ان آیات کا تذکرہ جن میں اہل ایمان کو ایمان رکھنے کا حکم۔ (۱) اللہ پر ایمان (اس کے تمام اسمائے
حسنیٰ و صفات علیا کے ساتھ) واحد و احد علم و قدرت کے ساتھ (۲) ملائکہ پر ایمان (۳) کتابوں پر
ایمان اور (۴) رسولوں پر ایمان۔ رسولوں میں فرق نہ کرنا * لا یکلف اللہ آیت میں اللہ کی رحمت
و شفقت اور فضل و کرم کا ذکر کہ اس نے انسانوں کو کسی ایسی بات کا مکلف نہیں کیا جو ان کی طاقت
سے بالا ہو۔ آخر آیت میں دعا مانگنے کا طریقہ اور بندہ اپنے عجز اور اللہ کی قدرت و کبریائی کا اقرار
کرکے طلب رحمت و مغفرت کرے۔ حضرت معاذ اس سورت کے خاتمہ پر آمین کہا کرتے تھے۔ (ابن کثیر)

(الحمد للہ سورۃ البقرہ کی تفسیر مکمل ہوئی)